

ہنگویش میں اردو تنقید و تحقیق کی پہلی تصنیف

ہنگال میں غالب شناسی

پروفیسر کلیسہ سرامی

سالہ اشاعت	یکم نومبر ۱۹۹۹ء
مختصات	قائم ایس، ڈھاکہ
مطبع	برق آئٹ پریس، پٹوالی، ڈھاکہ
قیمت	پرائس ٹاگ : بیگلا دیش
	جالیس روپے : ہندو پاک
	۴ امریکن ڈالر : دوسرے ملک

تبقیہ کار:

- کلچرل اکیڈمی (شنگھائی) ٹور میمورنڈم، کھٹ (ہنگل دیش)
- ایکسپریس، سبزی باغ، پندرہ (ہندوستان)
- نصرت، بیشتر، امین آباد پارک، کھٹ ()
- انجمن ترقی اردو، اردو گھر، رانڈ، پوٹو، دہلی ()
- انجمن ترقی اردو، آیات اردو، رانڈ، کھٹ (پاکستان)
- منصور، یک، ہاؤس، کچری، رانڈ، لاہور ()

کلچرل اکیڈمی

۷۰۰ اقبال روڈ، محمد نواز ڈھاکہ - ۷
بیگلا دیش

انتساب

استاذ محترم ڈاکٹر غنہ لیب شادانی

کے نام !

کلیم سہسرا می

پیش لفظ

تیسرے فقرہ مجموعہ کا مقصد مختصر ہے لیکن پورے ہنگام کی دنیا کے ادیب کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ اس میں یہ پانچ مقالے شامل ہیں:

(۱) ہنگام میں غالب شناسی (۷) غالب کے ایک حریف (۳) غالب کے ایک ہنگامی شاگرد (۴) کلام غالب کے ہنگامی تراجم (۵) غالب کے فکر و فن کا تجزیہ۔ پہلا مقالہ غیر مطبوعہ ہے۔ یہ تمام مقالے ایک ہی سلسلے کی گروہی ہیں۔ ان میں موضوع اور معنی کے لحاظ سے بھی باہمی ربط ہے، اس لئے ایک مستقل کتاب کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ہنگام کا تعلق غالب سے کیا رہا ہے؟ اس کی تفصیل ان کے مطالعے سے معلوم ہو سکے گی اور یہ امکانات ہوگا کہ ہنگام میں غالب کے مخالفین ہیں، تھے، مخالفین، معتقدین اور تلامذہ بھی تھے۔

ہنگام پیش میں کتابت و طباعت کی جو دشواریاں ہیں، ان سے ہر منزل پر دوچار ہونا پڑتا ہے اور یہ آسانی صرف ڈھاکے میں محدود طور پر میسر ہے۔ راجشاہی یونیورسٹی میں درس و تدریس کے علاوہ جو وقت ملتا ہے وہ مطالعے اور اس کے بعد حاصل مطالعہ کی تحریر و تہذیب میں گزرتا ہے۔ لیکن ہنگام پیش کے قیام کے بعد ایسے احباب کی کمی شدید طور پر محسوس ہوتی ہے، جن سے ادبی و علمی مسائل پر گفتگو کی جاسکے۔

میں یونیورسٹی کے کام سے ڈھاکا آیا ہوا تھا، شام صاحب سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے افسانوں کا پانچواں مجموعہ چھپوا رہے ہیں۔ ان کے اس اہتمام سے مجھے بھی اپنی کتاب کی اشاعت کی تحریک ہوئی۔ سوئے کی تصحیح میں ہر امکان کوشش کی گئی ہے۔ لیکن انسانی لغزش سے دامن بچانا ممکن نہیں۔ توقع ہے کہ غالب سے ذوق رکھنے والے محققان کے لئے یہ کتاب دلچسپی کا باعث ہوگی۔

راجشاہی یونیورسٹی — راجشاہی

ہنگال میں غالب شناسی

مرزا غالب کی شخصیت جس طرح جادو پر توجہ اسی طرح ان کی شاعری قابلِ مطالعہ ہے۔ اگرچہ غالب کی وفات پر ایک سو سال سے زیادہ عرصہ گزرا لیکن اب تک جتنا کچھ ان پر لکھا گیا ہے وہ ظاہراً قابلِ کے علاوہ کسی اور پر نہیں لکھا گیا۔ ہندوستان پاکستان کے علاوہ روس میں بھی غالب پر جو کام ہو رہے اسے کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ دراصل غالب کی شخصیت کا رنگارنگی، فکر و فن کی توانائی، تخیل کی بلندی، طبیعت کی تندہی اور مزاج کی اتانیت میں کچھ ایسی کشش اور جاذبیت ہے جس نے ہر ملک و نگر کے اصحابِ علم و فن کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

غالب کی شخصیت و شہرت اور شاعری و فن کاری نے ہنگال کو بھی متاثر کیا۔ جہاں چو انیسویں صدی عیسوی میں خواجہ میرد جان شائق جہانگیر لکھی اور خواجہ عبدالغفار اختر جہانگیر لکھی غالب کے حلقہٴ تلمذ میں داخل ہو گئے۔ شائق کے نام تو غالب کے فارسی خط سے بھی اس کی شہادت ملتی ہے، جیسے قاضی علی اللہ و دو صاحب مرحوم نے مائید غالب کے عنوان کے تحت شائع کر دیا ہے۔ اور اس سلسلے میں تذکرۂ شہر لکھنؤ، سراپا سخن،

۱۔ علی اکبر لکھنؤ (غالب تبرکات) ۱۹۴۱ء۔ ۲۔ غالب کے فارسی خط کی نقل کے لئے پروفیسر مختار الدین احمد صاحب کا شکر گزار ہوں۔

نگارستان سخن اور سخن شعر کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے صرف تندرست نے سخن شعرا میں شائق کو
 غالب کا شاعر دیتا ہے اور بھی کو ان کا مختصر ماریوان تبارک کی نظر سے گزرا ہے معلوم
 نہیں یہ دیوان مطبوعہ تھا یا قلمی بہر صورت اب ناچید ہے۔ غالب نے اس خط میں شائق
 کے حسب ذیل تین فارسی شعر پر جزوی اصلاح دی ہے اور معنی خیز توجیہ بیان کی ہے۔
 (۱) مست ز مانند و جان منست این : جہانان کہ روح دروان منست این
 (۲) میں تری ہماں بود بعد قسمل : جو گوئی کہ از گشتگان منست این
 (۳) نہ تر سید گلب ز حال درد نم : وفای بت بد گمان منست این
 پہلے شعر میں غالب نے آسمان کو جہان سے بدل دیا اور توجیہ یہ بتائی کہ جہان
 زیادہ لطیف ہے۔ دوسرے شعر میں جو گوئی کی جگہ ہرماں کی ترمیم کر دی اور وجہ یہ بیان کی کہ
 جو گوئی سماعت پر گراں گزرتا ہے اور شعر کا مفہوم براہ راست سمجھ میں نہیں آتا تیسرے
 شعر میں وفای کی جگہ ادائی توجیز کیا ہے اور سبب یہ بتایا کہ یہ تسلیم شدہ ہے کہ محبوبہ وفا
 ہے اس لئے کبھی میرا حال دریافت نہیں کرتا، ایسی صورت میں بت کی صفت بد گمان
 عنونیج ہے۔ دوا کے ساتھ اس کا استعمال درست نہیں۔ اس طرح غالب نے شعر
 میں نازک خیالی پیدا کر دی۔

خواجہ عبدالغفار اختر کا یہ مقلد تو زبان و قاص و حام ہے :

داد غالب بھی تجھے دیں گے زبان وانی کی

لے کے اختر جو یہ دلی میں غزل جائے گا

اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ہنگال میں غالب شامی کی بنیاد غالب کے

مہد سے ہی پڑ چکی تھی اور غالب سے ہنگال کے شعرا کی جان پہچان کا سلسلہ شروع ہو چکا
 تھا۔ اسے غالب کے فکر و فن کی عظمت سے تعجب کیجئے یا ہنگال کے شاعروں کی خوش نصیبی
 سمجھئے جس کی بنا پر شاعری کی دنیا میں ہنگال کا رابطہ رقی سے باطل قائم ہو گیا۔

اس کتاب میں قزوین عبدالغفار اختر پر ایک انگ تفصیلی مقالہ پر قلم کیا گیا ہے جس سے میرے بیان کی تصدیق اور اختر کی شاعری کا اندازہ ہو سکے گا۔

انیسویں صدی میں بنگالہ نے ایک اور شخصیت پیدا کی جسے آقا احمد علی اصغر خاں کہتے ہیں پچیس سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ورزان کے ہاتھوں بلاشبہ کچھ اور قابل قدر علمی و تحقیقی کارنامے انجام پاتے۔ عین جوانی کے عالم میں "طالع برہان" کے سلسلے میں غالب سے لگا رہی معرکہ آرائی ہوئی جس کے ثبوت میں "مؤید برہان" اور "شمیر تیز تر" سے احمد علی کے دستخط مطالعہ کا اندازہ لگانا دشوار نہیں۔ اس کتاب میں اس موضوع پر غالب کے ایک حریف کے عنوان سے ایک مقالہ شریک اشاعت ہے اس کی نقیض کہ یہاں ضرورت نہیں غالب کے قول کے مطابق ایک دست کی اطلاع پر کہ مؤید برہان کے نام سے ایک صاحب نے "طالع برہان" کا جواب لکھا ہے، غالب نے کتاب دیکھے بغیر احمد علی اصغر خاں کے خلاف ایک قطعہ لکھ کر اپنی اخلاقی کمزوری کا ثبوت دیا۔ احمد علی کی کتاب کا لب و لہجہ عالماؤ اور محققان تھا۔ اور غالب کے قطعے کا انداز بیان بہت بڑے اور ضزیر تھا۔ مزید یہ کہ اس ادبی نزاع میں احمد علی اصغر خاں نے غالب اور ان کے طرفداروں کی فحش نگاری کے باوجود اپنی کتاب "ہفت آسمان" میں غالب اور ان کی مثنوی پر سنجیدہ اور عالمانہ انداز میں بحث کی۔ اسی ادبی معرکہ میں قدا سلہٹی کی شخصیت ہمارے سامنے آتی ہے۔ قدا سلہٹی مولوی احمد علی کے شاگرد تھے اور انہیں نے غالب کے قطعے کا منظوم قطعے کی صورت میں جواب لکھا تھا۔ قدا کے بارے میں تذکرہ میں کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ وہ اسی قطعے کی بدولت غالب کے مخالفین کی صف میں شریک نظر آتے ہیں۔ ان کا نام عبدالعزیز تھا۔

غالب کے ساتھ بنگالہ کے تعلقات میں مزید استواری عبدالغفور خاں تسلیم کرتے

مکمل شعر اور ایک ذریعہ چلا ہوئی چھوٹے پائے پر ملا دیوانی موزن پر مثال " غالب کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجا اور غالب نے اس کے جواب میں یہ خط لکھا ہے

" جناب مولوی صاحب قیلاذیہ درویش گوشہ نشین جو موسوم بہ
اسد اللہ اور متخلص بہ غالب ہے۔ افزائش غایت کا طالب ہے
" دفتر بے مثال " کو عطیہ کبریٰ اور سوہیت مطلق سمجھ کر یاد آوری کا
احسان مانا۔ میں دوزخ گو نہیں خوشامد میری خوشنویس دیوان
قیض عنوان " اسم با مستحق ہے۔ " دفتر بے مثال " اس کا نام بھی
ہے۔ الفاظ مستین معانی بلند معنوں عمدہ بندش دل پسند
شیخام بخش طرز جدید کے مؤجد اور پرانی نامور روشوں کے
تاتجہ تھے۔ آپ ان سے بڑھ کر بعید مبالغہ کیے مبالغہ نسخہ ہیں
نظم و نثر فارسی کا عاشق اور مائل ہوں۔ ہندوستان میں رہتا
ہوں مگر تیغ اصحابی کا گھائل ہوں "۔

سرزمین جنگل سے ایک مدت تک مولانا ابوالکلام کی وابستگی رہی ہے، ان کی
ذمّت، مطالعہ کی وسعت اور حافظے کی قوت قابل رشک تھی۔ مولانا غلام رسول تبرک نام
ان کی جو تحریریں " نقیض " اور "ادب کے حصہ دوم" میں شائع ہو چکی ہیں۔ ان کا تذکرہ دلپسند سے خالی
نہ ہو گا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی نظر سے غالب کی عین تصویریں گزری ہیں۔ حافی کی یادگار
غالب " میں جو تصویر چھپی ہے اس کی حقیقت منشی رحمت اللہ رحمد نے مجھ سے بیان کی کہ

لے خطوط غالب مرتبہ غلام رسول ہر (شیخ غلام علی ایڈیٹر لاہور) ۱۹۶۳ء ۵۹-۵۹
۱۰ اشارہ ہے آغا احمد علی صاحبانی کی طرف " منہ سے قاطع برہان " کے سلسلے میں غالب کی مکرر کرائی
ہوئی تھی۔ بے نقیض " اور " غلام رسول ہر (کتب منزل لاہور) ۱۹۵۹ء ۲۵۹-۲۳۲

انہوں نے تینوں کو پیش نظر رکھ کر ایک چوتھی تصویر اپنے تخیل کے مطابق تیار کی، اس سے غالب کی اصل صورت کا اندازہ ہمیں لگایا جاسکتا مولانا نے برسیل تذکرہ غالب کے استاد ملا عبد الصمد پر بھی روشنی ڈالی ہے اور یہ بتایا ہے کہ فارسی زبان کے مول و قواعد اور مسکرت اور قدیم فارسی کا باہمی رشتے کا راز بھی اس پر کھل چکا تھا میرے خیال میں محققین میں اب بھی یہ اختلاف ہے کہ واقعی ملا عبد الصمد کسی فرضی شخصیت کا نام تھا۔ مرزا غالب نے اپنی علمی استعداد کی تصدیق کے لئے اسے انسانی وجود بخشنا تھا، مولانا آزاد پہلے شخص ہیں جنہوں نے یہ بتایا تھا کہ درحقیقت عبد الصمد سر بھی نہیں کھنی تھی۔ حال آنا کہ یہ سرتا سر جعل و اختراع ہے اور قطعاً ظہور اسلام کے بہت بعد کھنی گئی ہے۔ اس کا محض بناؤنی اسلوب ہے جس میں بڑے اہل حق کا جمع کر دینے گئے ہیں۔

”نساخت اور مرزا غالب“ کے تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں کہ بقول ”نساخت“..... کلکتہ میں مرزا غالب کا حملنا جلنا زیادہ تر ایرانیوں سے رہا اور انہوں نے پوشش و لباس میں بھی ایرانی وضع اختیار کر لی..... ”نساخت کے کلام کے متعلق لکھتے ہیں، ”شیخ امام بخش طرز قدیم کے نسخے تھے آپ بلا مبالغہ صرف مبالغہ ”نساخت“ ہیں۔ حالانکہ ان کا پورا اکیلا تمام نرم خور خرافات سے بے رحم ہے ایک مصرعہ بھی ایسا نہیں مل سکتا جس پر غالب کی یہ جے جے مدحی صادق آسکے۔ مولانا شبلی کا خیال تھا کہ غالب نے یہ رقم کچھ نہیں بنایا تھا، لیکن یہ بات نہیں کی جاسکتا ”نساخت“ ڈپٹی کلکٹر تھے ان کی سریش سے ممکن ہے مقصد حاصل ہو سکے۔ مولانا لکھتے ہیں غالب کی قیام گاہ کی نشانی پر حملہ بازار میں کی ہے۔ یہ جیت پورہ دہلی کے اس حصے میں تھی۔ جہاں کہ گینڈا نالاب کے نام سے مشہور ہوئی۔

کلکتہ میں غالب کے خلاف جو ادبی ہنگامہ ہوا اس میں مولانا آزاد نے تین نام بدلے ہیں، پرنس غلام محمد (میسور) کے میر منشی احمد علی، دوسرے صدر بر عالیہ

کے مدرس احمد علی دھنپانی تیسرے گورنر جنرل کے دفتر انشا کے ملازم مولوی وجاہت علی
مکھنوی شاگرد قسری۔ آقا احمد علی اس وقت پیدا ہوئے تھے۔ مولانا کو معدودہ اطلال
روایا گئی۔

نواب کلب علی خاں جب والی رام پور ہوئے تو یہ مشہور ہوا کہ صحت سستی میں اگرچہ
نائب کا وظیفہ جاری تھا لیکن انہوں نے اس فتنہ کو دور کرنے کے لئے یہ قطع کیا تھا۔
ہندوستان میں اہل تسنن کی میں دو سلطنتیں : حیدر آباد دکن اور ننگ گھستانا رام
رام پور اہل نظر کلبہ نظر میں وہ شہر : کہ جہاں شہت پست آگے ہوئے ہیں باہم
حیدر آباد بہت دور ہے اور ملک کے نوگ : اس طرف کو نہیں جلتے ہیں جو جلتے ہیں تو
خند کے باہم میں شعرا کو حکم : اگر عید کے موقع پر تہنیت کے تعارف پیش کریں غالب
نے ایسا کیا ہوگا۔ البتہ دو قصیدہ اور ایک اردو قطعہ انہوں نے ضائع کر دیا۔ غالب کی معلومت
پسند کی کہنے یا سرکار پرست کی خدمت کے بعد جب وہ بارہوا تو یہ ہر کے باوجود دو آدمیوں کے ہاں
انہوں نے نصیحت گورنر کو زراعت کا عقد پرایہ تہنیتی راہی پیش کی تھی۔ مولانا اپنے حلقے
پر اعتماد کرتے تھے احمد نے انہیں مخالف ہوا یعنی صغیر بگرامی آرو کی دہلی میں غالب سے ملاقات
وا انہوں نے غلام حسینی قدر بگرامی سے منسوب کر دیا ہے۔ مولانا کا یہ خیال بھی نظر ثانی کا تھا
سہ کہ صغیر کا "جلوہ خضر" غلط ہے معنی ہے۔ اردو ادب میں تاریخی اور لسانی حلیت سے
اس کی بڑی اہمیت ہے۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے ذوق سے فرمائش کی کہ اردو کا سب سے بہتر
شعر سنو، پھر تامل کے بعد ذوق نے غالب کا یہ شعر پڑھا۔

ریائے معاش کا تنگ آئی سے ہوا خشک : میرا سر داسمہ بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

مولانا آزاد نے غالب کے بخری دور کے ایک شاگرد نادر شاہ خاں شوخی کا تذکرہ
بھی کیا ہے شوخی رام پور کے باشندہ تھے۔ کھلے کی مشہور طوفا ٹوپر جالند سے نواب میر حسن خاں
کا تعلق تھا۔ انہوں نے قیود سے باسبانی کے لئے شوخی کو کھلے میں متعین کر رکھا تھا۔ ان کے

اس شعر کا حوالہ دیا ہے۔

ہوئی توحی جو غمت وصل میں اس ماہ یکم سے

گو ہی ہم سے رونا دہی، شکن آنورہ بستر سے

یہ سنہ ہجری کے آغاز میں جان بہادر رضا علی دہشت گشتی علیہ پر مستند
حالت بنکال میں واقعہ دسکھن رتنا میرا نظر آئے۔ دہشت کا بیلادریوں مٹو و سٹو
کا مطالعہ کیجئے تو اُن سے اعزّت دہشت کے کلام میں حالت کی زمین حالت کی ترکیب درد
خالت کے حصوں و موصوفات کی خوبیت سے حیرت ہوگی کہ یہ تارکس قدر خالت کے رنگ میں
ڈوبا ہوا ہے جس کی دو مولانا علی اور حسرت موہانی محمد علیؒ نے معیر نہ رکھے۔ دہشت
نے نظم کی صورت میں خالت کے فنکاروں کو حراج تحسین پیش کیا۔ اس نظم کے دو بڑے
ہندو ہیں۔

میر جگ گاہک ہے کلام جاغذا تیرا دلوں کو خوش میں لاتا ہے رنگ آتش تیر

بہار سنا ہی مٹو ہے خیال نکلتا تیرا فروغ طبع کی مٹو ہے لکیر سا تیرا

تیرا دیونہ خالت و فخر مارک خیال ہے

ترا پا پر ٹھکانا ہر ہندوستان میں خالت ہے

طہر دیکھا ہو کہ تب تیرے دل کا رنگ کچھ ادا دان کو تیرے عرفی شیراز کیا ہے

خوبی پر شیوہ فکرو جن پر داز کیا ہے تیرا ترکیب کیا ہے تراہ رنگ ہے

ہوئے رنگ افراتے نظم ہندوستان تجھے ہے

نئی ہر زمیں دلی کی گویا اصحاب تجھے ہے

اگر وہ ہندوستان رجوع صد شعبار و عمارت کا پورسل کا مقالہ مرزا دات

اور دہسرے خالت ایک سے راویہ نظر سہرے لچھو ادا ہے سپر دھم کی پناہ میں ہوا

۱۹۶۱ء
۷۴۲-۷۴۳

یہ حالت غلطی کے دس سالوں کا حال تھا۔ نہ گزرنے کے لئے سے پیش کیا ہے۔ اس میں
 ہے کہ حالت کے معاد تھے اور کچھ عاقب کے جذب سے پہلے گزر چکے تھے۔ چنانچہ اس سے انکار
 میں کیا جاسکتا کہ مرزا غالب کو اس کا علم نہ ہو، اس سلسلے میں ڈاکٹر تاراویں فرماتے ہیں۔
 ”بہرہیکہ کہ حیرت جو جذبہ کہ جو تمھیں چھوڑے میں ایسی اعتراف اور
 شان امتیاز کو مانتی رکھنا چاہتا تھا جس نے میرے خیالات کی جو رشتہ
 عدوت برپا کر دیا۔ اس نے غلطی کے عدو میں کسی جدت کا
 جوت ہمیں دیا۔“

ڈاکٹر تاراویں نے خیال میں مرزا غالب کی اہمیت و مقبولیت کی بنا پر ان کا یہ مصرعہ
 کلام نہ کہس جو مجھ کے بعد آئے دیں رسالوں میں شائع ہوتا رہتا ہے۔ جیسے میں مصرعوں میں
 تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک وہ جو مرزا غالب کا کلام نہیں مگر کسی اپنی مصحفیت کی بنا پر
 اسے غالب کے نام سے منسوب کر دیا۔ دوسرے وہ جو مرزا غالب کا کلام ہے اور میرے وہ جو
 کسی اور حالت کا کلام ہے مگر مرزا غالب کے نام سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ چونکہ لوگ عام طور
 پر کسی دوسرے غالب سے واقف نہیں اس لئے جو یہ مطبوعہ کلام انھیں غالب کے نام سے
 مانتے اسے وہ مرزا غالب کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر انہوں نے علی گڑھ
 میگزین کے غالب مجید (۱۹۴۳ء) سے ایک غیر مطبوعہ عربی مثنوی کی ہے جو تذکرہ ”پروانہ جہاں“
 مصنفہ عیسیٰ مراد جہاں میں دیا۔ یہ جہاں کے بیٹے غالب و جہاں کے موصوفے۔ اس لئے
 ہر چیز مطبوعہ کلام کو غلطی ظن و قیاس کی بنا پر مرزا غالب کا کلام سمجھ رہا حقیقی کہ تذکرہ مثنوی ہے
 اور یہ غیر مطبوعہ کلام مرزا غالب سے منسوب کر کے سے قبل حالت غلطی کرنے والے دوسرے
 شعرا کا طریق بھی تو وہ دہرا چلے گئے تاکہ غلطی کا مکان نہ رہے۔

”مرزا غالب بہ عذیب تاراویں نہ صواب کا ہے جہاں الزام کے عنوان سے ایک جہاں

سہ تحقیق کی روشنی میں (مطبوعہ شیخ عظام علی، پتہ سنٹر لاہور، سنہ ۱۹۶۱ء و صفحہ ۱۹-۱۴)
 تہ - سہارن پور (دکن) ۱۹۶۲ء و ص ۱۴-۱۹

یہ جو برم آرائیوں کے لئے اہتمام کیا جا رہا ہے اس کا جواب ضرور تو رد و عاری اور تمام آریائی زبانوں میں مشکل سے مل سکے گا کہ ان کو انگریزی اور انگریزی ادب میں تو اس نوع کا کوئی تصور پیش نہیں کیا جا سکا۔ سونا انگریزی شراب جو "پارک ٹروڈ" میں جاتے گا اس کے لئے سے برم اس طرح جگمگا اٹھے گی جیسے میوہ پڑاؤ قربے سے جھمکا رہے ہوں۔ پھر "جوہر قلعہ" نے تصور کو جو پر راز کشی ہے وہ قریح سے بے نیاز ہے خرابی کے رد رنگ مٹوں اور غلبہ میں طرے دکھایا ہے اس سے پہلے ہم داخلی نشاط حاصل کر لیتے ہیں۔

موجودہ گل سے چہاغاں ہے گر گلا حیاں نہ : ہے تصویر میں زمیں جوہر نسا موج شراب
 بہار کی شان میں دنیا کے تقریباً تمام شعرا نے رنگ برنگ کے گل کھلائے ہیں اور جہاں تک ہی حالت کا تعلق ہے حقیقت یہ ہے کہ ہمارے میں موقوف اور نظری عربی میں مصنوعی اور بنیادیں انگریزی میں نہ ڈسوتیہ اور کیس "اسماوی میں گھٹے اور شکر اور مسکرت میں کالی داس اور بھوتی نے بہار۔ یہ ماحول دکھائے ہیں ان کا عطر حالت کا ایک شعور : دیاج ملتے۔

ہے جو ش گل بہار میں یوں تک کہ طرف : اڑتے برے دلچت میں امرنا چھو کے پاؤں
 بہار کی محو رن میں سرنا جن خواہ ناچہ سنا سے تو رمارنگ پھولوں اور شاع رشاع
 میوں میں اٹھ جاتا ہے عادت کہتے ہیں "فرخندہ" ماحول داں غورانی تھا موی رنگ کا
 علامہ امین رشیدی نے "فراغت اللہ بہار" اور "العمر" میں متحرک تیشوں کو صدف شاعری
 میں ایک خاص اہمیت دیکھی ہے۔ چنانچہ موج رنگ کے تصور سے عادت کے شعر کو جو اہمیت
 بخشی ہے اس کے انہیں دیکھنے کے لئے شراؤ کا حلف میں یہ جتنا تذکرہ کرے۔

"عادت" اور اخیر کے صوفیہ سے خراب قرآن امی طعنی کا ایک مضمون کلکتہ میں شائع

ہوا تھا۔ اس میں حالت اور امیر مینائی کے ہم معنی اشد اور بے خبر رکھتے ہوئے لفظی و معنی
موشگافی سے کام لیا گیا ہے۔ دونوں شعر پیش ہیں :

کوئی میرے دل سے پوچھے تب تیرے نیم کش کو
یہ حالش کہاں سے ہوتی جو جنگ کے پار ہوتا (عالت)

جورنگہ کی تھی ظالم تو پھر آنکھ کیوں جبرائی
دی تیر کیوں دسارا جو جنگ کے پار ہوتا (امیر مینائی)

عصری صاحب کے خیال میں حالت کا یہ سلا مصرع مکمل ہی نہیں موزن بھی
ہے۔ اس کے مقابل امیر کا یہ سلا مصرع مکمل تو ہے لیکن اس میں کڑھائی ہے (توحید گنج میں
ذاتی) عالت سے مصرع ثانی میں یہاں مصرع کے مفہوم کو درست کرتے ہوئے مزید اثر
کا اضافہ کیا ہے۔ اتیر سے مصرع کو مد نظر رکھتے ہوئے اس تیر کے متسی میں جو جنگ کے پار
ہوتا اس مد کے میں وہ نزاکت نہیں ہے جو حالت کے شعر کے سر حفظا میں ہے۔

عصری صاحب کا دوسرا مضمون اسی رسالے میں "حالت" کے عنوان سے
نکلتا ہے۔ چنانچہ اس میں انہوں نے حالت کا یہ شعر سر عنوان قرار دیا ہے۔
پوچھتے رہوئی امداد استغاثے حسن : دست مومن حصار خسار رہا عازہ نقا
و جوان حالت کے ساتھ اس شعر کے مفہوم میں عصری صاحب نے اختلاف کیا ہے
اور اپنے مطلب کی تصدیق کے لئے حالت کے دو شعروں سے مدد لی ہے لیکن ان کا یہ
اتنا کھلب پڑ گیا ہے کہ اصل مفہوم واضح نہیں ہوتا۔

ذکر حریف رون جو نہ کا تو یور مٹی کے امداد حسن حصار رہا عازہ نقا
ماں نظر و فکر شب بستا میں کہ رہے موزنہ مقارون تاب لدر سرت لال لکھ سے
حدید اردو ہفتہ ۱۱۳۵ء ۲۲ - ۲۳

دیکھتے جیسے غلبہ کی تاعری کے دلدادہ ہیں۔ اہل دل ہے سکون پر غلبہ غالب
 میں غالب کے کلام کا بحر یہ بڑے حسن و خوبی سے کیا ہے۔ ان کے حیاں ہیں غالب۔ درد کے
 عظیم ترین شاعر ہیں۔ ان کے تہ ساری توانائی اور فکر گہر ہے۔ ان کے درد کا مطالعہ
 کا جہاں تہذیب کی جہاں سے کہ ان کے کلام میں اداقت پایا جاتی ہے اور اس
 لذت کے لئے رہنی، حق کو بہت چست ہے۔ ان کی تاعری میں ماحول کے تبدیلی دینے کی
 گنجائش ہے، یہی شعور کی محک اور مستقبل کے امکانات کے تصور میں مدد ملے ہیں۔ ان کی
 کی کو تعلق ہے۔ یہ مطالعہ ان کے تصور و قیمت کا تعین کرتی ہے۔ ان کی تاعری میں کلاسیکی
 انداز کا حسن سمیٹا ہے۔ میں دوستوں کے میں رہی ہیں۔ ان کے کلام کی تہ رنگ
 اور نظامت مقیہ تہذیب کا ایک پر تو ہے۔ غالب نے ایک وقت اس دور کی تہذیب کی بات
 اور اپنی تہذیب و ثقافت سے ان کا مطالعہ ہے وہ اپنے ہمد کے ایک ہم ناز ہیں
 ہی یہ ہے کہ وہ کسی تہذیب کی نظر بھی رکھتے تھے۔ انہوں نے تہذیب کی طرح۔ ان کی
 کے نظرات کو ہیں کیا ہے۔ ان کے پس منظر میں کامات دادہ و سطر کی مشاعرہ
 میں بیان ہوئے ہیں۔ غالب کے موت و حیات 'وحدت و کثرت' میں عشق و شہر
 حقیقت میں در زمان و ماحول کے تھا، ان کا شعور ان کے شعور کا نتیجہ ہے۔
 ! لڑی یہ ہنسنا اس میں صدر تہذیب، درد، ان کے دل کا کلکتہ ہے غالب
 کا کلکتہ ہے رشتہ کے حوالہ سے ایک دلچسپ مقالہ تحریر کیا ہے۔ اس مقدمے میں بیشتر دسی
 باتیں بیان کی گئی ہیں جو غالب کے شعر کلکتہ سے متعلق ہیں۔

غالب نے اپنے اندر بوجھ رکھتے وقت جو فکر کی مدد مری کی ہے۔ میں
 مدد غالب کے متعلق میں وقت پر خراہ اصوات کے لئے تھے۔ اس کے دل پر چوکی کے

۱۔ ڈاکٹر حفیظ الرحمن کوثری نے سید احمد علی میں سرگوشیاں جوئے ہیں۔

مشیت احمد علیہ وستان مرزا (دعا کا) (۱۹۵۷ء) ۵۷

نہ یقین و تہذیب (۱) سید میمنہ حفیظ (۱۹۵۷ء) ۱۱۹-۱۲۰

سے تین جگہ یہ مکتبہ کے خلیفہ کے تحت میں دیرینہ مسائل درجہ (صفحہ ۱۲۰-۱۲۱) پر بیان بھی نظر آتا تھا عجیب ہے۔

(۵) فاضل حقار نگار کے بقول خلیفہ کی آمد اور اپنی سرائے کے خلیفہ کا ادبی ماحول نکھر گیا اور معیاری ادب کی تخلیق ہونے لگی۔ اس طرح مکتبہ کو، روایات میں بین الاقوامی شہرت حاصل ہو گئی گویا خلیفہ کے دور کے مکتبہ سے پہلے یہاں غیر معیاری ادب کی تخلیق ہوتی تھی اور غالب مکتبہ کے قریب دو ادب میں زمین الاقوامی شہرت حاصل رہتی۔ خلیفہ کے دور میں اردو ادب میں الاقوامی ادب ہی اکبر تھا جو مکتبہ کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہوتی (صفحہ ۱۲۱)۔

(۶) غالب (شہر نگاروں کی رنگینیوں اور تاریخی جہان خود آرائی کے جلوے اور اشاروں اور ریشمی مسکراہٹوں میں پیش کاغذ کا نظم ۱۰ اعتراض کی تہنیاں اور علی الغلیہ کی تلخ کلامیوں سب کچھ بول گئے تھے (صفحہ ۱۲۱) اگر ایسا ہوتا تو جو وہی منہل حاصل تھا از نگار غالب "بار محافل" اور قاطع ہر ملی کیوں کہتے۔

(۷) مکتبہ میں غالب سے نسخہ کاغذ و تعداد موافق مراجع الدین کی سادگی ہو چاہے (ب) جس وقت غالب مکتبہ میں سکونت پذیر تھے، نسخہ سائل پور میں تھے (صفحہ ۱۲۱) اور وہاں باقی رہے عیاں، اس نے کہ نسخہ کی پیداوار ہی اس وقت رہی تھی دفاعت مکمل یہ بتا دیا چاہے ہوں کہ نسخہ ۱۸۳۴ء/۱۲۵۴ھ میں پیدا ہوئے، اور غالب مکتبہ ۱۸۳۸ء میں آئے تھے۔

(۸) حالت مکتبہ میں محبوب جہاں پند کا دل ڈھونڈتے رہے، مگر دل نہیں ملتا کیونکہ یہ فولادی دل تھا کسی بات سے نہیں بیٹتا تھا اور دلی میں ۱۵۰ سال کی یاد میں اپنے سر پر تہہ مارتے تھے۔ (صفحہ ۱۲۲) موصوفہ نے حالت کے ان اشعار کا ترجمہ کر دیا ہے۔
گفتم ایساں جگر ولی دارند ۔۔۔ گفتم دار مدلیک ارہن

گفتم ادیب سرور اور آمدہ ام ۔ گفت مگر تو دوسرے بزرگ بزن

غالب نے جو بات متاعرائے انداز میں کہی تھی، اناصل مقام نگارے شریں
اس کے من کو عارت کر دیا۔ غالب کے محبوب نے سر کو پتھر پر پٹکے کا ستورہ دیا تھا اور
ڈکٹر صاحب نے یہ لکھ دیا کہ غالب سر پر پتھر مارتے تھے۔ جیسے تلمیذ کے استاد
ان کا پس بھی شغل تھا۔

ذکرِ حادیدہ نہال کا ایک اور مختصر مقصد "غالب کا ایک شعر" کے عنوان
سے مجھ دستاویز کلکتہ میں متابع ہو چکا ہے۔ ایک خیال میں غالب ایک ہمد آفرین
شاعر ہے جس کا ہاتھوں، اقدامات و رماز ہو سکے۔ اور جس نے مشرقی اور مغربی تدریس کے
اتر اتر سے اپنی شاعری کو پروان چڑھایا۔ غالب کی شاعری کو تین حصوں میں تقسیم کیا
جا سکتا ہے۔ پہلے دور کی شاعری ظہوری اور بیدار کے برابر تہجد اور ناقابلِ فہم سے
دوسرے اور اخیر سے دور کی شاعری میں غالب کی ادبیت مٹتی ہے۔ زیرِ لفظ شعر
اسی دور سے متعلق ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ غالب کے خیادی ادبی رویے میں کوئی خاص
تبدیلی نظر نہیں آتی۔ جس لی وجہ سے بعض مادہ اشعار کے مضامین ذہن کی رسائی
بہت آسانی سے ہوتی ہے۔ جیسے

وہ اور نہ شمس نہ کمال : میں اور ادیشہ ہست اور نہ نہ

اس شعر میں حالت کی صورت بدلنے اسی جمالیاتی صحبت اور کیفیت پر
کریا ہے جو صرف محسوس کی جا سکتی ہے۔ محبوب آئینے کے سامنے کھڑا ہو سے سسورے میں
کچھ اس طرح تجھ سے متاع کے دل میں یہ بدگمانی پیدا ہوتی ہے کہ اگر اس نے وہ
کی تو ریب کی نعمت جاگ اٹھے گی۔ یہ شعر صرف پہل مستح کی ایک جھجی مٹا ہی نہیں
بلکہ غالب کی معنی آخری کا ایک نمایاں ثبوت بھی ہے۔ یہ مقالہ ڈاکٹر صاحب کے واضح دیکھنا
اور تشنگہ اسلوب تحریر کا ثبوت ہے۔

پروفیسر شاہ مقبول احمد (سابق صدر شعبہ اردو مولانا آزاد کالج کلکتہ) نے
 بزرگتوں میں جو بڑی خاموشی سے ادب کا مطالعہ فرماتے ہیں اور موقع موقع سے اپنے خیالات
 کو معنوں کی شکل دیتے ہیں۔ قدیم ادب کے دلدادہ کم سخن اور گہرے ہمتیں ہیں لیکن مغربی
 ہنگام میں ان کے شاگردوں کے دربار اور زبان و ادب کی جو توسیع و اشاعت ہو رہی ہے
 اس کے لئے ان کی شخصیت قابل احترام ہے۔ موصوف کی تحریریں کا مجموعہ ”تعمیقات اشارات“
 کے نام سے ۱۹۷۹ء میں کلکتہ ہی سے شائع ہوا۔ اس میں غالب نے ”درد متحرک“ کے عنوان
 سے ان کا ایک مختصر مضمون شامل ہے۔ انمولے غالب کے ان دو شعروں کی ادبی اور
 فنی نقطہ نظر سے وضاحت کی ہے۔

جوئے مر کے ہم جوئے ہوا جوئے کیوں : عرفی دریا
 نہ کہیں جا رہا تھا نہ کہیں مزار ہوتا

موسس کو ہے نشاط کار کیا کب
 نہ ہو مرنا تو جسے کامر کہیں

مضمون کے آغاز میں دسٹے میں کہ اہل نقد کے نزدیک یہ امر سمجھات میں
 ہے کہ غالب کسی مربوط و مسلسل نظام فکر کے خالق نہ تھے جو ان کی دینے والے افکار کو
 بہ تمام و کمال اپنے احاطہ خیل میں لئے ہوئے ہو اور اس کی مراعت و رعایت کا ترجمان
 ان کا سر مزید ممکن ہو۔ مختلف موضوعات جو اردو شاعری کے علم اور دو خصوصیات میں
 غالب کی شاہراہ شاعری کے نشانات منزل معلوم ہوتے ہیں۔ انفرادیت بھی ایسی خصوصیت
 نہیں جس کو صرف غالب کے لئے مانتے طور خاص مخصوص کیا جاسکتا ہو۔ پروفیسر صاحب
 نے اس تحریر سے لے کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ غالب کی عظمت و انفرادیت کے قائل نہیں
 ”اگرچہ یہ لامعتہ ہے کہ غالب کے یہاں کوئی مربوط و مسلسل نظام فکر نہیں ہے تمہیدی

معدہ ہی تھیں جو صوفائے حلیہ کرکے میں کہ "خالت اگر دولت برست نہیں تو آس رہے
 بقدرت قسم کے روایت شکن بھی رہتے اسے خبر کے معاشرے میں جاری دساری
 مفاد و مصلحت اور میزان و قدر پر بحالت کے قصر تحمل کی اس بات و کائنات معلوم ہو گئی ہے"
 یہاں محمد یارہ طور طلب ہے کہ خالت کے نگر و من کے کون سے حدود و حال میں جو چکر مڑا
 اور اس ن کوئی نجات و اختیار عطا کرتے ہیں اور ان کے رتدہ انکار پر یہ آپ اور ملک
 کے صوبے سے "دراچین تہا" کی مثال "ہم جو ہے میں" اصل میں عادت ہے انکار
 کے پس پردہ یہ ایسا باغ و معراج و کجہ و من کا درمیان نظر آتا ہے کہ وہاں وہ
 میں ساری بات متنی کا، جسے بحالت زدہ رکھ "اسے سچوں میں ڈھونڈ گئے ہیں
 اور ہر صفا و صوری کا معراج اور "وٹنے میں اور مان و مٹاں کی قیور سے آئے ہیں
 اور ہر بات کے احادیث ہو گئے ہیں "وٹنے کے بعد وہ "اور اندر رہتے ہیں" تو صبح میں
 نہ وہ نہ صبح جو ٹوٹا ہوا درخت و پتی اور فٹ ہے بل نقد و نظر کے سہا میں
 ہر بات نکتہ شکنی کی شہ ہے میں کی ہے ساتھ ساتھ خالت کے بعد اس وقت کے عراش
 اور من و مصلحت کے معنی کے مگر کج مع توجہ ہیں رہاں کی ہے وہ حال "صبر و
 لائق" خالت ہے۔

کی طرح "بروزی" خالت پر پورستی میں شعر اور دوسے ساقی ریڈ "وہ اس طبع"
 مسکرتہ "انچ مگر اور وہ اس سے گہری دلچسپی ہے میں" اپنے جو موضوع پر سمجھنے سے جو ہر فکر
 رہے ہیں اور مان "اور ساقی و مصلحت کے ساتھ اسے تجارت کا اظہار رہتا ہے" اس سے
 مفاد میں خالت "وہ اس معیار" "شہید و خیر" "خالت کے ساتھ میں جو چلتے ہیں" اس
 میں عادت سے متعلق دوسرا میں "یہ خالت اور ہر سید محمد جاں دوسر "میان
 خالت کا ایک پہلو ہے۔

جیسے معمول میں یہ بتایا ہے کہ خالت "وہ اگرچہ سر سید سے ہیں سال رہا رہا

میں مفر ہے۔

میں اور بھی دوسری خوبصورت اچھے - کہتے ہیں کہ حالت کھبے انداز پر ہاں اور شعرا کو عام طور پر صرف مدح میں کی تلاش ہوتی ہے لیکن غالب کو معائنہ اور انداز پر بیان دوسروں کی تلاش تھی، غالب کی شاعری میں بڑی وسعت ہے انہیں ہلکے بھلوروں کے در بعد پیکر تراشی اس کی خوبیاں اور بھی بڑھ جاتی ہیں۔ اس لئے غالب ایسویں صدی کا سب سے بڑا شاعر ہے

آج مجھ سے سبھی رسلے میں، شاعر مرگے و خوش گشتار

مخلص فعلی ہی نہیں، ایک تاریخی حقیقت ہے جہاں تک اردو شاعری کا تعلق ہے ڈاکٹر صاحب موصوفہ کے خیال سے اتفاق کیا جاسکتا ہے لیکن ان کا یہ کہنا کہ غالب کے ہاں "بھلوروں سے جو تصویریں اور پیکرے تھے ان کی مثال ایسویں صدی کے عالمی ادب میں نہیں ملتی" مبہم انداز میں ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے خیال میں غالب کے طرز پر بیان کا ایک خاصہ یہ ہے کہ اس میں روایتی مدح و ذمہ پر اس انداز سے ابھرتے ہیں کہ احسان کی انکھیں ان کا منہ دھو کر کے بھونک کر دھن کی کیفیت کا اندازہ کر سکیں "علم مستی" ایک خرد و ذہن پر مبنی شخصیت، لیکن تہ عر کے اعلیٰ پر بیان دے اسے ایک مادی شکل بخش دی و مری، موی۔

علم مستی کا انداز ہے جو حرکت و حلاج شمع سرگ میں جلتی ہے بحر مویں تک مختصر یہ کہنت کا یہ مصلوہ شعر ادب کی دسیاں ایک اعلیٰ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے معائنہ کا اثر و تعلق اس حد تک ہے اور دشمن جو تہ ہے، لیکن مصلوہوں حد مود با پر بھیجتا ہے تو یک سید ختم ہوا ہے اور قاری کی یہ تو بحث باقی رہتی ہے کہ کچھ انداز سے کہتے ہیں کہ "علم مستی"

یہ شعر اور مویں (پرہیز مدرتہ) رودہ کلکے میں مٹی (مٹا دی) میں اور انکار

بھی۔ ان کا مقابلہ غالب کا شعور میں "خلسہ و نفعیات کا روشنی میں عالم کے فتن میں ایک انفرادی شعور و عظمت کے سرسازات کی ترقی ہے۔ ان کی غلبہ کا سبب، ان کا سیدھی شعور تھی جو ان کے تخلیقی عمل میں بھی واضح طور پر مظاہر ہے۔ اس میں جو خواہش ترکیبی زیادہ کم میں، ان کا تعین ہوں گا اس سکتے۔

(۱۹) والد کا عامی سے رشتہ۔۔۔ لڑکی اور بچہ کا مطالعہ اور سیکھنے کی شہرت۔

۴۹۔ غالب ورجوان۔ ہم عصر مثنوی اور۔ بی حیثیت۔ افق دیہات اور۔ ساکا

— 2024

۴۱۔ مستقل کے مکانات چوہا آب کی نظر۔

عالم کا بھی ہے۔ رشتہ تانے جو نہ پروید میں جس سے نکلا ہے نہ ملک و میر
وہی مہانتوں کے عقوق و لوگوں کی نازک مہر افی اور جس میں تیری کے علاوہ عالم کے
سے شعور کی روشنی میں بھی ترس کے چھینکے ہیں۔ یہ کاپی ابد و در حالت تانے سچ
روشنی حاصل کی صورت تانے کرتے ہیں۔ وہ جس سے حالت کے کسی قدر دور واقعات
کا رویہ رہا۔ جو سب کو مدد دے گا کہ جس سے کہیں نہ ہوئے۔ رشتہ جو میں
کہ میں اس سے باجی ہے۔ حالت کی روایت میں یہ صواب نہ کہنے کے بعد پہلو سے
اسی طرح ہی اور دو شاخہ کیوں کا وسعت نظر کے ساتھ مطالعہ میں اس سے سولہ
میں ہی شریک رہی نہ تانے سے جو چھوٹا سا تانہ اس کی پیروی کی مدد ان کی مہانت
نہایت ہی تعلق و تقاریر میں جیسے کہ اس سے تعجب کیوں نہ کہے۔ عادت ہے اس سے
کہ اس سے تانے تانے میں ہیں جس کی مثال ان کے اشعار و خطوط اور نثر اور
سہل و آسان۔ اس میں جو صورت میں ہم تک پہنچے ہیں۔ گویا حالت ہر موقع و تبدل
میں ہم سے اس میں نہ تانے ہی روئے صورت تانے تانے۔ جس میں اس کے تعلق
نہایت میں تانے کی حالت اپنے دور کے سیاسی سماجی اور اقتصادی
صورت میں اس میں تانے کے اور تانے کے یہ تانے کے تانے ان کا شعور میں ان کی

رہنمائی کرتا رہا۔

پر وہ میر صاحب کے بقول غالب کے شعور میں کی دھماکتیں دیوانی ہیں
 دو طرف سے ہوئی ہیں۔ اول "انواع" میں میں غالب نے بہت شعور میں کی متعلق رہا
 درست ظہار خیال کیا ہے، دوم وہ شعور جو معنوی اعتبار سے ہر کسی درموصوع
 سے مربوط ہیں لیکن ان سے بھی غالب کے کسی مثل اور شعور میں کی وضاحت ہوتی ہے
 اس طرح غالب کے مطر و فوج اور قس میں مطر بہت بہت ہے۔ قس ہے اور سوائے
 کی عظمت کی مبالغہ نہیں ہے۔

مستقبل کے امکانات پر حالت کی وسعت نظر یا تفصیل کے سلسلے میں خاص
 مقرر کیا۔ یہ صرف یہ بتا رہے ہیں کہ شعور میں ایسے فی سہ میں مقرر کے اس
 اس مقصد سے پرچہ اتر رہا ہے۔

شعور یہ امکانات میں مستقبل سے۔ کو حال۔ رعایتی میں یہ کی حالت
 خود بھی اس سے گناہ ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ شعور میں ایسے فی سہ میں مقرر کے اس

کو کہہ رہے ہیں کہ شعور میں ایسے فی سہ میں مقرر کے اس

علاقہ میں ایسے فی سہ میں مقرر کے اس

علاقہ میں ایسے فی سہ میں مقرر کے اس

علاقہ میں ایسے فی سہ میں مقرر کے اس

علاقہ میں ایسے فی سہ میں مقرر کے اس

ہی۔ انہوں نے مشاعرے کو جو حسن عطا کیا وہ ان کی فنکاری کی بہترین مثال ہے۔ غالب کے یہاں زندگی سے بے حد محبت کا جذبہ ہے، ان کا اچھوتا اسلوب فکر کی حدی میں سرنگام پر معاونت کرتا ہے۔ غالب نے چھوٹی بھروں میں جو غزلیں کہی ہیں وہ تیر کے (سے) استفادے کا شعوری نتیجہ ہیں۔ لیکن غالب کی، حترامی طبیعت اور فکری بصیرت نے اس میں تنوعات کی طنائیں کھینچ دیں اور یہاں بھی اپنی انفرادیت کا نقش چھوڑا۔ لیکن میر کی تادراں کلامی کا اعتراف کیا ہے:

میر کے شعر کا، حوال کہوں کیا غالب

حسن و دیوان گہا ز کشش کشمیر نہیں

”غالب کی عظمت“ کے عنوان سے داخل مقدمہ نگار نے ان کی شخصیت کا مقدمہ کثافت کے لئے کسی ہم آہیں بیانی کی ہے تاکہ غالب کی شاعری کا قاری کو دور اک جو سکے مشاعرہ (۱) اور شاعری کو سہا حوالہ عطا کی (۲) وہ نظام حیات کے باطن اور جہاں دیدہ تھے (۳) ان کے کلام میں احوال کی عکاسی تھی (۴) غالب ایک نئے شاعر ہونے کے باوجود ادب ان بھی تھے جس کے کردار میں خوبیاں اور غامبیاں دونوں تھیں (۵) انہوں نے یہیں نے فیالات لئے، سلوب اور حکماء نظر دی (۶) غالب کی عظمت کا راز اس بات میں بھی مضمر ہے کہ غالب زندگی کے شدید مصدمات اور سکا والیم پر بھی مسکرنے کی حیرت رکھتے تھے بحر حوالہ غالب ایک ایسے نابغہ تھے جو اپنی نگر بصیرت میں اپنے جند سے اگے تھے۔ انہوں نے باجمہ سے بھی وابستگی قائم کی تھی لیکن صرف حوالہ قدروں کے اکتساب کی حد تک ہم غور میں وہ مومن کی مدد ت فکر اور وقت نظر اور شیعت کے روق شعری؟ ی تنقید سے آشنا (آگاہ) تھے۔ فارسی شعرا سے استفادہ اور ان کی تادراں کلامی نے ان کے اور وسعت نظر کے لئے بیولہ کے معترف۔ حاستہ سلوب و مین کے ساتھ ساتھ فکر و مین میں، جنہاں دیکھا۔ یہی ان کی عظمت کی مثا ہے۔ جہاں اور دیکھا

دوسرے شاعر نہیں بن سکتا۔

شاعری میں کمال حاصل کرنا ایک عظیم ترین تحریریں بنانے کے لیے متعلق
شائع ہو چکی ہیں، ان میں ان کی ایک مختصر سی تصنیف غالب اور سنگاں ہے۔ یہ
دعوات کی کشتی اور غیر مستند باتوں پر مشتمل تحریروں کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس سے
داخلی مقابلہ لگانے کی ادبی شخصیت مجبوراً ہوتی ہے۔ ہر جہد امور کی طرف دین میں
شارہ کرتا ہوں۔

(۱) اگر مانتے ہو کہ (۲) کسی مسجد میں ہزاروں کی سو تو وہ فوجی بالافرد
مسجد ہی ہو سکتی ہے (۳) ۲۶-۲۷، غالب سے اپنے ہمد کے حسن و حسن کے گھروں کا
کلمہ میں بھی جکر لگایا ہو گا (۴) ۳۱، یا امام بڑے بھائی، جوڑ کے دوسرے صاحب دین
واقیع ہے، بیوی کر امت ملی جو پورے کے عہد متوی ۶۱ کے زمانے (۵) میں اس کا
بہتر رویوں باتوں کا تعلق صاحب یہ صاحب کا وہی معروف ہے، اور میر کی حالت میں
دعویٰ تہ تیغ ہوئی، امت ملی جو پورے کے اپنا مدد ہی اور اصلاحی مشن مشرقی بنگال
میں جاندار رکھتا ہے، بنگالی امام یا رے کے متوی دوسرے بیوی کر امت ملی تھے حسن کا
تعلق، ان عسری طیف سے کلام (۶) میر سے آپ کا نام آغا محمد علی، اور بعض بعض سے آن اور علی
کلمہ ہے (۷) ایسے لوگوں کی تعداد اور امتوں کا حوالہ ضروری تھا، ۵۱ باتوں قاضی
حدود و حدود غالب سے ہے کسی خط میں اس کا ذکر کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن بعض اس میں
یہ نشان کو شاگردان غالب کی ہر سمت سے لکھل یا ہر میں کی جا سکتا تھا ۱۲۔
بہت چار یہ صاحب کو معاملہ ہوا۔ اسی مقدمے کے ابتدائی صفحات میں تعلق کے نام
حالت کے فارسی خط کا تذکرہ کیا ہے جس میں تعلق کے فارسی خط کا تذکرہ دی ہے
"ما تری الفت" میں شمارہ نمبر ۳۲ تحت صفحہ ۷۸ سے صفحہ ۸۱ تک یہ درج ہے۔

۱۲ غالب اور بنگال، تعلق کے بنگال، جو ریزہ ریزہ تعلق کے آگے میر کی ۱۹۹۰ء میں رازا رازی کا کلمہ ۱۲

شائع ہوا تھا وہ ہمارا جو پر تاب چند بہادر وائی ہر دو ان کے تابع و مستحق تھے۔ اور
 ہمارا جو اس کو ہر دو ان میں غاری زبان و ان کے دس گیتے تھے یہ ہمارا تیسویں صدی
 کے وسط کا ہے۔ خادم نے غالب کا رخن میں بھی غزل سرائی کی ہے جس سے ان کی تائید
 انکلائی کا پتا ملتا ہے۔ مثلاً: **جئے کے لئے صرف مطیع اور مقطیع پیش کیا جاتا ہے :**
گور حتم مسکندہ مسکن دریں چو بخت : **تجرا دند چو کای برہمن دریں چو بخت**
خادم چو ہرہ گوئی غالب کہ گفست است : **تو کی کسی استیک در چو من دریں چو بخت**
 دوسری طرف ہے۔

رلم بُرداغ شد در دلہ رارم می توان کشتن

رکشن بردا و بر کو بسا رم می توان کشتن

مگر یہ تو کسی برعاص من چو طالب ای خادم

خدا ارحام ب دور زدیام می توان کشتن

مرزا کی آخری طر میں خدمت کو دہلی میں ان سے میرے کا اتفاق ہوا۔ مرزا
 کی فرمائش سے اپنی تازہ عرس سائی، اس کے ایک شعر پر مرزا سے (عاب و دوسرا خوش
 حیرت و دودی یہ سب احمد شعر و بچ کے جلتے ہیں۔

کس مآرام ر۔ رگرو حق یام نشست : **بر کس ارجیہ تلاش بدل چاک نشست**
بہر تعلیم حیا نش کو آسمند ز ادب : **اشکم اور دیدہ رُت ملو نہ پاک نشست**
 خادم ایک دگر از قدر کچا ہی بر فراغت : **زیر شمشیر قوی قاتل صفاک نشست**
 خادم نے ہر دو ان آکر جو غزل مرزا کو بھی اس کے درد شعر یہ ہیں۔

ہوئی تاحریم جنت آسما کی کندہ مارا : **ربار مجھ بھیجیم، مسرور تیری پار**
 تھی دہلی دکنشت بلخ و میرزا : **ارشا : چور۔ دل یاد آید قہار عوامی مردہ ر**
 مولانا معصومی صاحب کا ایک اور پر مغز مقالہ "مرزا غالب اور اردو شکر گار کشتی"

میں تمام مدح اور ستاروں اور ان کے کلمے میں مشاعرے کی جگہ کا تعین کیا گیا ہے جس میں غالب نے شرکت کی تھی۔ بقول غالب معصومی صاحب کے بیان کا خلاصہ یہ ہے (۱) مشاعرہ ہر نگہیری جیسے پہلے انوار کو ہوتا تھا (۷) نشست مدرسہ سرکار گنبدی میں ہوتی تھی (۲) مشاعرے میں اردو نذر کی عزتیں پڑھی جاتی تھیں (۳) جس مجلس میں غالب شرکت کرتے اس میں صغیر حیات بچتے تھے (۴) صغیر جتے نے غالب کے کلام کی جی کھوں کی داد دی (۵) مقامی شہداء کے کلام پر صغیر زیر لب مسکراتے رہے (۶) مقامی شعرا کو محفل اٹھانی پڑی جس کے نتیجے میں غالب ہدف اعتراض بنائے گئے (۷) اعتراض غالب کے دوستوں پر کیے گئے۔ (۸) غالب کی حمایت میں نوب اکبر علی خاں اور مولوی محمد فحس نے جوابات دیے (۹) مشاعرے میں پیچا ہر اکابریج تھا۔

غالب کے بعد ان کے معاصر اور بر علی مقبر کے وقت گزرنے معصومانہ اخیال اور ریاضی الالکمار کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) اسان علی خاں نے ہر پرشادہ غالب پر اسرار میں کیا تھا (۲) محترم صہین بد مذاق اور حاسد تھے اس پر مولانا کا یہ خیال کہ تعادلات سن و سال اور مرزائے بلند و بلند و عوول کو بھی ہنگامہ برپا کرنے میں بیادری حیثیت دہی سے حمید احمد خان صاحب نے اپنے مضمون میں مدرسہ کلمت سے یہی مدرسہ مراد لیا ہے۔ مولانا ابو الکلام آزاد کے حوالے سے لکھے ہیں کہ ”مدرسہ اپنی موجودہ عمارت میں سستہ ہو یا سستہ ہو کفریہ مستقل موزن غالب کو مشنوی ابو جعفر والا ہنگامہ مدرسہ کی پہلی عمارت میں بیٹیں آیا اور سیدہ میں طبع خانہ روزگار پر تھی۔“ انہوں نے مدرسہ علیہ کے پرنسپل مولانا محمد یونس کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ جو مشاعرے سستہ میں ہوئے ان کا ذکر مدرسہ کے کاغذات میں نہیں ملتا۔ ”یاد نگار غالب“ میں مولانا حوالے ہے قضا

سے رسالہ بردہ، اولی، اکتوبر ۱۹۵۷ء

نئے غالب کا کلمہ مطبوعہ نوکرانہ، روری ۱۹۵۷ء

کھانہ کی سرگراشت میں اس ہنگامے کی جو تفصیل پیش کی ہے وہ مدرسہ عالیہ کے ذکر سے
خالی ہے۔ (۱۵-۱۸)

مدرسہ سرکار کینٹی مدرسہ عالیہ یا مدرسہ سہانی کا اطلاق صرف موجودہ مدرسہ
عالیہ تحفہ کالج پر نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ شیک خادروں یا دیواری اسکولز کے مدرسہ عالیہ
کے علاوہ فورٹ ولیم کالج پر بھی ہوتا تھا۔ ثبوت میں اس کالج کی مطبوعات اور خطوطات
پیش کئے جاسکتے ہیں اگر طالب کے مدرسہ سرکار کینٹی سے فورٹ ولیم کالج مراد ہیں تو ہم
قرائن صاس کی تائید کرتے ہیں۔ اس کالج کی روایات میں مشاعرہ شامل رہا ہے۔ یہ
مشاعرہ ہر سال جلسہ انجمن کے ساتھ ۷ جولائی کو منعقد ہوتا تھا۔ سالانہ مشاعرے
کے علاوہ یہ مساعیر ہر سال کے اسی کالج سے منسلک حفظ شعرا کے انجمن میں ہر مہینے
مشاعرہ ہوتا جو کالج اور یہ سلسلہ عالیہ کے قیام طلعت کے زمانے تک باقی رہا۔ مزید یہ کہ ہر
انگریزی مہینے کے پہلے اتوار کو برہم سخن کا آراء کیے جاسکتے تھے اس کے علاوہ
اصحاب صبا کے ہر مہینے کا مولدھی مذاق کے مذاق ہے۔ مدرسہ عالیہ میں مولدھی
ہر روز مشمول یک شدہ تعظیم موقی مدرسہ کے اساتذہ کل یا بے استاد یا فطیبت
اور ایک مؤلفی پر مشتمل تھا۔ ایسی صورت میں ایک جلسہ مشاعرے کا انتظام ممکن رہتا بقول
عالیہ پانچ ہزار کا مجموعہ تھا۔ موجودہ مدرسہ کے علاوہ دینی محکم اس مجمع کے لئے کافی تھا یہ
نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ عالیہ نے طلعت لاسرہ مقصد کے لئے کیا تھا اس کی باتیں میں
کامیابی فورٹ ولیم کالج کے ایب علم و ادب کے وریدی ممکن تھی اور یہ کہ مشاعرے اور انجمن
کے معنی جن لوگوں کو سمجھ گئے تھے ان کا تعلق مدرسہ عالیہ کے بجائے فورٹ ولیم کالج سے تھا۔
مولانا مصلوحی کے مذکورہ استدلال سے انکار و انحراف کی کمی مش نہیں۔

جواب میرلطیف، ارحمن مدرسہ عالیہ کلکتہ کے اینٹگلویپر شین سیکشن کے سابق
 متاؤتے خاستہ انداز کے معترضین کے عنوان سے مستقل ایک کتاب غالب کے عہد ر
 مشن کے موقع پر شائع کی تھی۔ اس میں دوسرا اور پانچواں باب غالب کے فارسی اور اردو
 شاعری پر ہے۔ غالبیت یہ تھا ہی دیوان کو اسکا سمجھنے کی حیثیت دیتے ہیں۔ لیکن اردو
 میں ان کی شاعری کا پسند و نراہی کا دور تھا اور دوسرے دور کامیابی و مقبولیت کا۔
 حاصل مقالہ لکھتے ہیں: "اس دور دونوں شاعری میں غالب کے معاصرین و مسلمانوں
 اقتدار کی رائے ان سے متعلق تھی کر دی ہیں اور نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ان کا نہ ہنر فطرت نہ
 اور ان کے فکر و فن میں بالحدیث اور عقلی سے لیکن قدیم فارسی اور اردو شعر کے بل سے
 روشنی میں ان کے کلام کا نثر یہ پایا جاتا ہے تو وہ دوسرے کے کلام سے متغیر۔ درمیان
 مطلقاً ہے۔ اس کتاب کا تیسرا حصہ "غالب کی فارسی دانی" ہے۔ اس میں بتایا گیا
 ہے کہ غالب امر خسرو کے ملازم کسی ہندوستانی شاعر کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ جسوں
 مرزا محمد حسن نقشبوتی، لکھنوی پیر "اور باتائے الفاظ سے یاد کرتے تھے قتل اور عیت بدین
 کو حیران و مستحشم "تھے تھے۔ رفتہ کو لکھتے ہیں: "وہ روس سہرستی فارسی سے دلتا
 کی بھروسہ نہیں کیا، بلکہ بھاؤں کی طرح اپنا ترنہ کر دیں"۔ مقدمہ محمد زور
 استاد ہاتھ تھے اگر وہ اس کھاراجی و خود مشغول سے اہم ہوتے اپنے فارسی یوں کی
 تقریباً میں میرزا محمد کو نام ہوئی اس طرف اشارہ کیا۔ بے منتقد درج کرتے تھے
 "سید محمد مولود و پارسی راں ہے" "میرے صورت اعلیٰ ترک تھے در ان کی راں
 ترک تھی" "محمد حسین سرپرستی (مولف سرمدی قانع) کو لغات سے دیکھ گئے ہیں حاصل مقالہ
 لکھتے ہیں اس کا دلچسپ جواب دیتے ہیں کہ اگر ایک ہندوستانی تہذیب کی راہ فارسی راں میں
 ہو سکتا تو ایک ہندوستانی ترک راہ کیوں نہ فارسی راں ہو سکتا ہے۔
 جن کے سلسلے میں غالب کے کلکتہ پہلے سے قبل ان کے پہنچنے کے بعد

خاتبہ نے سب سے مشاعرے میں پہلے اعتراضات کا جواب دیا چاہا اور دانی ہرات کے مفید کفایت خانہ نے ان کی تحسین اور ملامت کی لیکن کفایت خانہ سے متعلق چند تکلف خطوط میں ان کے مختلف بیانات ملتے ہیں اس لئے ان کی شخصیت خاتبہ کے دہن کی تخلیق معلوم ہو رہی ہے۔ محالہ کے اعزاز میں جو مشاعرے کی کسی اور ذریعہ سے تعمیر ہو رہی ہیں۔ خاتبہ نے وہاں علی اکبر کے شوبہ پر ایک مثنوی "اشقی نامہ" (بادخالف) لکھی جس کا مقدمہ ہے، ہر کلمہ سے صلے ہوئی تھا تاکہ ان کے حلقہ سے کوئی ہوئی آگ سرد ہو جائے۔ مقالہ نگار کا کہنا ہے کہ کچھ کے علاوہ ہمد پک میں فارسی کے دانشمندان اور فارسیوں نے خاتبہ کے کام پر اعتراضات کئے ہیں جو اس کا پتا چلتا ہے کہ خاتبہ کی فارسی دانی قہر تقلید ہیں۔ ہاں اس کچھ میں رضاعی و مستحبہ خاتبہ کا مقدمہ پیدا ہوا اس لئے ہر تومار کے اندر یہی دور نگاہ سمجھ کر نہ رکھی۔

اس کتاب کا چوتھا باب "قانع برہان کا ہنگامہ" کے عنوان سے بہت دلچسپ ہے۔ محمد حسین بن حلف تبریزی کی حرکت "برہان قانع" کے علاوہ خاتبہ نے قانع برہان میں ایک سو سات اعتراضات کئے ہیں جن میں ایک سو تیس غلط ہیں اس کے علاوہ خاتبہ ہمدستان کے فرسنگ و میوں کو فرستہ سمجھتے تھے اور محمد حسین تبریزی کو حقارت میر سبجے میں "دکن" کہتے تھے۔ خاتبہ کے علاوہ اس سلسلے میں تمام ہمدستان جو کہنا میں لکھی گئیں، ہر خاتبہ کے طرف درود لکھا ہے کہ جواب دیا۔ آخری کتاب آقا احمد صفائی و شیرازی نے "تائید برہان" لکھی جس میں درود لکھنے کے علاوہ خاتبہ کے تمام اعتراضات کا مدلل جواب تھا خاتبہ نے یہ کتاب دیکھے بغیر صفائی کے حوالہ ایک اہم امتیاز تھا کہ کہیں یہی صحیح دیا۔ اس پر خاتبہ اور صفائی کے شاگردوں میں معلوم مبارزہ شروع ہو گیا پھر حالت اور صفائی کے درمیان بھی کتابی صورت میں اعتراض و جواب کا سلسلہ رہا۔ مقالہ نگار نے ان تمام کتابوں اور ان کے مصنفین کی تفصیلات بیان کیں ہیں کہ اس سلسلہ معلومات اثر اور عبرت کا جو ہے۔

اس لئے کرپڑے گئے۔ لوگوں نے کسی کسی نگاہیاں دی ہیں۔ آخر مولوی امین کی کتاب
 "تالیم القلم" کی فطرت نگاری کے خلاف غالب نے مقدمہ لکھ کر دیا۔ لیکن کچھ سید لوگوں کی
 مدافعت کی بنا پر صحافت ہو گئی۔ اس کے بعد مرزا قاسم "اقدار تالیم برہان" پر مختلف
 لوگوں کی رائے نقل کی گئی ہیں۔ آخر میں بہکت بیجا نے جو گاؤں پوری کتاب میں مصنف کا انداز
 بیان غالب کے ساتھ معادلات ہیں تو مصنف نے بھی ہنس دی ہے۔

لطیف الرحمن صاحب کلک کتابچہ "غالب سرائے" کے نام سے شائع ہوا تھا۔
 جس میں غالب کی تعریف میں رہا ہوا ہے۔

استاد مکرم ڈاکٹر شکت سرمدی شرقی باغی کے علاوہ صاحب کے محقق و در
 سیات کے ماہر تھے۔ صاحب کا نوخیز دماغ تھا جس میں دوسروں کے بعد اردو ادب اور
 ادبیات کے ماہر تھے۔ صاحب کی "غالب" فکر و فن میں سات مقدمے
 ترتیب دیئے گئے ہیں۔ بسلا سلا "غالب محقق کی حیثیت سے" ۱۲۸ صفحے پر مشتمل ہے۔ خاص
 حیدر نودو صاحب نے علی گڑھ یونیورسٹی میں "غالب نمبر" میں "غالب بحیثیت محقق" کے
 عنوان سے ایک مقالہ لکھ دیا تھا۔ اس میں غالب کی لغوی، ادبی، فنی، تاریخی اور
 مذہبی معلومات کا جائزہ لیا ہے۔ خاص صاحب کو مراد ہے کہ غالب شاعر الٹ پر داز
 اور دیبا تھے۔ زبان دانی اور تحقیق لغت سے ان کو کیا تعلق؟ ان کے ہمعصر اور پیش رو
 بھی بذات فی فارسی دان، فارسی دانی میں ان سے بہتر کبھی نہ رہے۔ سرمدی صاحب نے
 ان اعتراضات کا جواب ذیل میں حصوں میں جائزہ دیا ہے۔ (الف) ایرانی قدیم کی زبان ادب
 و تاریخ سے غالب کی واقفیت (ب) غالب کی زبان دانی اور فارسی، ادب، فنی اور شعری
 باخبری (ج) غالب کی معلومات عامہ۔ ملحد یہ ثابت کرنے کی کوشش کہ ہے کہ خاص صاحب کے
 تمام اعتراضات صحیح نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سرمدی صاحب کے مقدمے کی اشاعت کے بعد
 سے مطبوعات پاکستان ان کی ترقی اور ترقی (۱۹۷۱ء) کے بعد ہی گزرتی ہے۔ غالب کی

قاضی صاحب نے اس کی روشنی میں اپنے مضمون پر نظر ثانی کی اور ترمیم و ترمیم کے بعد دوبارہ نقد غالبیہ میں سے نتائج کرایا۔ سسر واری صاحب کی دقیق اور نصرت اور نہایت کو محنت کے لئے علمی استعداد و مردانگی کی مروری ہے۔

”دال“ مجھے داری میں ”اس کتاب کا دوسرا مفاد ہے، وہ فرماتے ہیں کہ غائبانہ باب
در لغت کی باریکیوں پر غالب کو جو کمال حاصل تھا جسے ان کی تاعری کے چمکنے سے یہاں
میں دے رہے ہیں اگر مستحق، پیرزہ فتنہ و غیر مٹھا خاکہ دے لکھا جاتا تھا غالب سے اعتراف
کہ ”وہ“ عربی ہے اس لئے ”رے“ سے لکھا درست ہے، یہ عتبہ کے علای ہنگامہ
ہو لیکن وہ اس کا ثبوت دے سکے اس لئے کہ محقق رحیمہ مرحومہ کے قابل و احترام محقق
ڈاکٹر عبد الستار محمد رفیع نے غالب کی اس تحقیق کو مدعہ قرار دیا۔ ڈاکٹر سرور ری نے یہ تہ
کی موافقت میں سہرا تہ اوستا پہلوی قدیم داری کی ڈاکٹر ابو زہری و دیگر ایرانی ماہر کتب و
کی تحریر ہے یہاں متذکر ہے کہ ”دال“ کا وجود داری میں نہیں ”اس لئے یہ کتاب کا خیال درست
ہے، پورا مقالہ اس بات کے رفیق مباحث پر مشتمل ہے جس سے اس کا مطالعہ اور اس سے
استفادہ ہر شخص نہیں کر سکتا۔

[illegible]

۱۔ حلیہ و عادت، مرتبہ، مجلس بر شاد

ممتاز علی جان کے توراہم مطبع مختاری میرٹھ سے شایع ہوا (۱۸۶۸ء) میرٹھ کے ایک مسکن فہم
منشی احمد حسن شوکت نے غالب کے بارودوں کی مکمل اور جامع شرح لکھی۔ میرٹھ میں غائب کے
تین قابل محرم تیار تھے۔ شیخہ، اسماعیل میرٹھی اور حکیم فیض الدین رکن، رنجے کے نامور است کا
ایک تذکرہ ۱۸۶۴ء میں میرٹھ سے شایع کیا۔ غالب نے کم سے کم تین مرتبہ میرٹھ سفر کیا اور شیخہ
کے مہمان رہے۔ غالب نے برہان قاطع کی تردید میں قاطع الغلط شایع کی تو مرزا مہم بیگ
میرٹھ کے احمد کے جواب میں "سابقہ برہان" لکھی۔ اس کی یادگار سے "حزین السعد" ایک تذکرہ لکھا
ہے۔ میرٹھ میں غالب کے کئی اصحاب بچھڑے مثلاً منشی ممتاز علی جان، نواب معصومی قاسمیت منشی
مدام اسم اللہ، حکیم دلاور مولانا تعلق اور حکیم محبوب علی ستر۔

اس کتاب کا پانچویں مقالہ غالب کے بارودوں کی (انعامات) سے مشغول ہے اس میں غالب
کے اردو دکن کی بیجا شاعریوں سے بحث کرتے ہیں۔ اس میں انعامات مختلف میں میزبانی پر ہندوستانی اور
دوسری انعامات مختلف میں مطبع دار اسلام دہلی سے، اس میں وہ اشعار بھی اچھا ذکر کرتے ہیں جو
اس وقت سالکہ کے حرم میں حلقہ سے کہتے تھے۔ کلا غالب کی دوسری انعامات مطبع احمدی شہرہ دہلی
سے شائع ہوئی۔ یہ کسی قدر مکمل مجموعہ ہے اور اہم بھی۔ مکمل پورا کہ اس میں ۱۰ کے قریب اشعار
ہیں، اور ہم اس سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب اسی پر ہیں۔ دیوان صاحب جو تھی، رشتہ دار میں مطبع
لکھنؤ کا چوبیس شایع ہوا اور پانچ یا چھ مطبع غیر ذائقہ آکرے شائع ہوئے ہیں میں غالب کی اولیات
چھ سال سے۔ اس کتاب کے آخری دو مقالے غالب کی شخصیت اور غالب کے گھونگٹے کے بارے میں
مختصر ہیں۔ مگر بقول مصنفان میں جو بحث ہے اس سے اوروں سے درست غالب کی شخصیت اور اس کی سربلندی
کرانہ کے نمایاں پتوں سے ہے۔

کلیم سسرانی نے بت اور نکال پر جو کچھ لکھا ہے، اس کی مثال یہ کتاب ہے۔ اس
موضوع سے دلچسپی رکھنے والے اس باب میں خود ہی۔ نے قائم کر سکے ہیں۔
یہ سب کتابت سے "قاسمیت برہان" جو ناچا ہے

غالب کے ایک حریف

غالب کے ایک حریف سے میری مراد آقا احمد علی، صفائی کی شخصیت ہے جبائیرنگر یعنی لہند کے کوہ کی ولادت کا شرف حاصل ہے۔ جہاں وہ دسویں سوال ۱۵۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا تاریخی نام مظهر علی ہے جس سے ۱۲۵۵ء نکلتے ہیں۔ یہ ایرانی خاندان، صفیہ سے ہجرت کر کے مارہ شاہ کے ساتھ ہندوستان آیا اور بنگال کو بنا وطن پایا۔ احمد علی احمد علی اپنے آپ کو صفیانی سمجھتے ہیں، لیکن بعض نہیں جانتے کہ ان کا نسب سے جہائیرنگری سمجھتے ہیں۔ آقا احمد علی کے والد کا نام آقا شعیب علی اور دادا کا نام آقا عبد العلی تھا۔ ان کے دادا کا شمار ہے مجدد کے مشہور چونسویسوں میں ہوتا تھا۔ آقا احمد علی نے عربی اور فارسی کی تعلیم ڈھاکہ کے صاحب استغداد اور قادر لکھام شاعر خواجہ احمد اللہ کو کتب سے حاصل کی۔ آقا احمد علی کو مولانا علی نے احمد علی سیکسٹر در تاملی احمد میاں، اختر جو باگڑھی بے بوفیرنگری لکھا ہے جو درست نہیں۔ انیسویں صدی کے وسط میں کلکتہ میں مکرہم ولب تھا اور نسبتاً ڈھاکہ سے لیاہ وہاں جاری کا جرح تھا۔ اس نے احمد علی صفیانی ۱۸۹۲ء میں لہند کے سے کلکتہ منتقل ہوئے، اور اپنے نام کی مناسبت سے وہاں "مدد مراد احمدیہ" کی بنیاد رکھی، اور وہیں تعلیم قدیم کے شافل میں مہم جو گئے۔ ۱۸۹۳ء میں پروفیسر کاول (COWELL) کی سفارش پر مدد مراد یہ کلکتہ

یعنی کلکتہ مدرسے میں بحیثیت مدرس فارسی الہ کا تقرر ہو گیا۔ وہ ایذا ملک میر سائیں سنگھ
 کلکتہ کی طرف فارسی طبیوعات کے پڑھنے گئے۔ انہیں فارسی زبان و ادب پر خصوصیت
 کے ساتھ جیسا جو حاصل تھا اس کا اہل ذہن وادان کی تعریف بہت کمال اتر رہا
 اشتقاقی اصول پر مبنی اور شمشیر ترشہ وغیرہ سے شکل نہیں۔ الہ کے علاوہ آقا احمد علی نے
 منتخب التواریخ، اکبر نامہ، سکندر نامہ، بحری، اقبال، مار جہانگیری، مہاشی، لکیری اور
 دین و دین کی بھی تصحیح کی۔ جو ایسا کام جو سائیں سنگھ کی طرف سے شائع ہوئی۔ بقول
 بلاغی، آقا احمد علی اصحاب کا اشتقاقی آثار کے بارے میں چھٹی ربیع الثانی ۱۲۹۰ھ
 (مطابق جون ۱۸۷۳ء) کو دہلی میں ہوا۔ انھوں نے وقت الہ کی طرف ۳ سال بھی گویا
 غالب کے مقابلے میں علم کے لحاظ سے برتر تھے۔ وہ انھوں نے اصل حق آقا احمد
 ۳ ربیع الثانی کو محمدی ۱۲۹۰ھ ق نکلے ہیں۔ ان دونوں حضرات کے بیان میں اختلاف
 نہیں بلکہ بد فہم کا یہی وہ شخص معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے سید پوری دینی کے ساتھ
 ساتھ جینے اور تدریج کا بھی تعلیم کیا ہے۔

قالب کی جہد آریک شخصیت اور شاعر عظیم الہی جگہ تسلیم لیکن آقا احمد علی
 اصحاب کی علمیت و صلاحیت، نگارشی اور دقیقہ سنجی، فارسی دانی اور کفایتی سوانح کی
 علم عروضی پر قدرت اور مطالعے کی وسعت سے انکار ممکن نہیں۔ انھوں نے دو کتابیں
 اپنی تلم یعنی ایک مکتبہ لکھنؤ میں سید محمود آزاد جہانگیری اور ان کے چھوٹے
 بھائی سید محمد آزاد (اورنگ زیب کے پوتے) احمد علی اصحابی جی کے تربیت یافتہ تھے
 اور مشہور مستشرق بلاغی بھی انہیں کے شاگرد تھے۔ آقا صاحب عبد الغفور صاحب
 ہم عصر وہم مذہب تھے۔ ممکن ہے کہ ان تمام اہل بیت کے وجود آقا احمد علی کو حمد و علم
 طبعی ہی حالت ہو لیکن مرزا غالب کے ساتھ ان کی علمی معرکہ رانی نے انہیں ہندوستان
 گیر شہرت اور اہمیت بخشی۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے دوران جب مرزا غلام قاسم تقریباً گولہ نشین ہو چکے تھے، انہیں مرزا محمد حسین تیرہری کے عارضی نعت بردار قاضی کے محلہ لوکا موقع ملا۔ اس میں بعض اعداد نظر آئے، چنانچہ ان اعداد کا کوئیابی صورت میں مرتب کر کے اس کا نام قاضی برہان رکھا۔ چند سال بعد ۱۸۶۵ء میں تصحیح و تصدیق کے ساتھ اس کی دوسری شاعت درفین کاٹنی کے نام سے شائع ہوئی جو دوسری حدیث الغفور ستر در کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"اس درمیان کے دنوں میں چھاپے کی 'برہان قاضی' میرے پاس تھی۔ اس کو میں دیکھ کر تھا۔ ہر اربالغت ملاحظہ ہر برہان لغویا بہر تلوچ 'اشارات یاد رہو' میں نے سور و صوحت کے خدہ نگاہ کر کے محض سب سے اور قاضی برہان اس کا نام لکھتے ہیں۔"

اس میں شک نہیں کہ مرزا غلام قاسم کو فارسی زبان و ادب پر بڑا عبور تھا اس بات میں طبعی مطلب بھی تھا اس لئے قاضی برہان کی ترتیب و تدوین میں انہوں نے اسٹوڈنٹس مدد پر کی گئی سے دوق و درجن اور صدق و جہاد پر مقرر کیا۔ مثنوی سر کو پال نعت کو یک خط میں لکھتے ہیں۔

فارسی میں میرزا علی محمد سے نئے در دست گاہ ملحق ہے دراز رہا
کہ تو اہد و خفا بطور غیر میں اس طرح جائز میں جیسے نور
میں جو بہر۔ بل فارسی میں اور بھی میں در طرح کے نعت و نعت ہیں۔
ایک تو یہ کہ ان کا مولد اسراں وزیر اسد و ستان اور میرے یہ کہ
وہ لوگ آگے پیچے سو دوسرا پچاس سو پچاس سو برس سے پیدا
ہوئے ہیں۔"

غائب کی قاطع ہر بار ۱۸۶۲ء میں شائع ہوئی۔ اندر تحریر چاہی شروع وود
اس میں ہندی نثر ادب کا فہرست، میر طویل پر ذکر کیا گیا ہے اس کے خدایہ
کے خلاف مخالفت کی آگ کھڑی اٹھی۔ یہی لفظ کلک ایک خود درختی بلکہ اس کے پوسے
مندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ۱۸۶۹ء اور ۱۸۷۰ء میں اس کا سلسلہ جاری رہا۔
اور موافق و مخالف محاذوں سے مختلف تحریریں وجود میں آئیں۔

مخالف کتابیں

۱۔ مایع مردان (میرزا جیم بیگ میرٹھی)

۲۔ قاطع القاطع (راہینہ دین دہلوی)

۳۔ محرق ہرچہ (از سووی سعادت علی)

۴۔ مؤید برہان (رفیق احمد علی صدیقی)

۵۔ نیچہ یہ تہ (اردو سہلی)

۶۔ تمثیل تیز تر (از آقا احمد علی اعجازی)

ان تمام مذکورہ کتابوں پر تنقید و تمجید میرے مضمون سے خارج ہے لیکن اگر کم

اللہ کے بوسے کے معقولہ کے سرسری تذکرہ سے اس ادبی سراج کا خاکہ رہن میں آجاتا ہے۔

البتہ اس سلسلے کی اہم اور قابل قدر کتاب آقا احمد علی کی مؤید برہان ہے۔ جسے احکام و احکام

میں ہندی نثر ادب کا فہرست، میر طویل پر ذکر کیا گیا ہے اس کے خدایہ

کے خلاف مخالفت کی آگ کھڑی اٹھی۔ یہی لفظ کلک ایک خود درختی بلکہ اس کے پوسے

مندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ۱۸۶۹ء اور ۱۸۷۰ء میں اس کا سلسلہ جاری رہا۔

اور موافق و مخالف محاذوں سے مختلف تحریریں وجود میں آئیں۔

مخالف کتابیں

۱۔ مایع مردان (میرزا جیم بیگ میرٹھی)

۲۔ قاطع القاطع (راہینہ دین دہلوی)

۳۔ محرق ہرچہ (از سووی سعادت علی)

۴۔ مؤید برہان (رفیق احمد علی صدیقی)

۵۔ نیچہ یہ تہ (اردو سہلی)

۶۔ تمثیل تیز تر (از آقا احمد علی اعجازی)

سمجھنا چاہیے۔ مؤید برہانی محمد حسین ابن خلف تبریزی کی تہران طبع کتاب تائید میں کسی گئی۔ در
 مطبع مظہر العجاائب کلکتہ سے ۱۲۸۲ھ (مطابق ۱۸۶۶ء) میں شائع ہوئی یہ کتاب ارد
 نامہ پر مشتمل ہے۔ اور اس کی صفحات پورے پانچ سو صفحے ہیں مولوی احمد علی نے اس کتاب کی
 ترتیب قدر دین میں ایسا ملک موسیقی شکل کا چور کتبہ دکھانے والا اور جس کا دش
 سے تحقیق کا حق راکی وہ انہیں کا حصہ تھی۔ تمام ناقدین اور غالب کے معقدین و موافقین
 بھی اس کی عظمت و اہمیت کے معترف ہیں۔

غالب نے اپنی کتب فاطمہ برہانی کو سمجھنے کے لئے جو معیار قائم کیا ہے اس کی
 وضاحت میر جہدی بحر دہلی کے نام ایک خط میں یوں کرتے ہیں،
 ”یہ یاد رہے کہ جو صاحب اس کو دیکھیں گے ہرگز نہ سمجھیں گے۔
 عرب برہانی فاطمہ کے نام پر جاری دین گئے۔ کئی باتیں جس شخص میں
 جمع ہوں اور اس کو ملے گا پہلے تو عالم ہو۔ دوسرے فن لغت
 جانتا ہو تیسرے فارسی کا علم ہو اور اس زبان سے اسی کو نکالنا ہو
 اساتذہ فلسفہ کا کلام سمجھا بہت کم دیکھا ہو اور کچھ یا بھی ہو جو تجھے
 منصف ہو نہ صرف و حرم نہ ہو یا یوں طبع سلیم اور ذہن مستقیم
 رکھتا ہو معجزہ قدرت ہو اور کچھ فہم نہ ہو۔ یہ پانچ باتیں کسی میں رہا
 جمع ہوں گا اور نہ کوئی میری محنت کی داد دے گا۔“

اگر انھوں کی روشنی میں غالب کے مجرہ معیار کا جائزہ لیا جائے تو عجیب طور پر
 کہہ جا سکتا ہے کہ انھوں نے احمد علی صغریٰ میں یہ پانچ باتیں موجود تھیں اور وہ غالب
 کی فاطمہ برہانی کو سمجھنے کے قابل بھی تھے۔ مرزا کا یہ مضمون کہ یہ پانچ باتیں وہ کسی میں جمع ہوں
 گے اور نہ کوئی میری محنت کی داد دے گا۔ یا لہندی معیار کا تقاضا ان کے سپرد مصداق
 کی اختراع تھا جس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہو گا کہ وہ احساس برتری میں مبتلا تھے۔

مرید یہ کہہ گئے کہ دوران قیام ۱۸۲۸ء میں جو ادبی حلاوت مراد کے ساتھ پیش آیا تھا اس کی بنا پر سب کا خیال ہوا کہ خلاف ان کے مزاج میں ایک ایسی سنجیدہ سادگی تھی اس سے مؤید مراد کی افشاحت کی اطلاع ملنے ہی اس کے خلاف درمیانی میں و معائب کا مدارہ لگائے بغیر مرزا غالب نے آقا احمد علی احمد خاں کے خلاف ایک طویل قطعہ لکھ کر انہیں بھیج دیا۔ اور ایک ایسے مثنوی کی مدد کر کے دیا جس کی تالیف ایسی صمیمی و صحت کی وجہ سے ذکر کے۔ مرزا غالب میر حنیف سندھو کے نام، ایک خط میں لکھتے ہیں:

"ایک دوست نے لکھتے ہیں، اطلاع دیکھ کر مولوی احمد علی سندھو

مدرسہ لکھتے ہیں ایک رسالہ لکھا ہے اس کا نام مؤید مراد ہے۔
 اس رسالہ کو بیچ گئے ہیں تیرہ سو روپے اور اس کو تو نے دیکھی (محمد حسین
 تبریزی) پرکھے ہیں اور تحریر پر کچھ اعتراضات وارد کیے ہیں اور علی علیہ
 اور شعرائے لکھتے نظر نہیں آتے تاریخیں بڑی دھوم سے لکھی ہیں
 میں بھائی میں نے اسے علم پر ایک قطعہ لکھ کر بھیجا ہے اور کسی ورق
 اس دوست کو اور دو چار قلمیں ترش کاویانی نے ملا وہ اور ارق
 لکھ بھیج دئے ہیں اس قطعہ کے چند شعروں سے غالب کا لب و لہجہ
 ملاحظہ فرمائیے۔

مولوی احمد علی احمد خاں سندھو	و زخمی گشت گوی پارس اشا کر ست
نہیں توام پوری کی دشت قتل	پیشوائ خوش بند را نہ اگر دہ است
خواجہ راز احمد بانی برون آنا چہ سود	خالفش دیکھتے حلاوت پرید اگر دہ است
صاحب علم دانت اگر راز طغیب	چو سفید دفتر تعریف و دم داکڑہ است
زشت گشم یک وار بندہ سخی را نہ ام	توخی طبع کو دارم اس نقا صا کر است
انتخاب جامع برہان طالع "فی شد"	آپ کا ذکر ہم بلائے عجب ہمارا کوہ است

یہاں تیسرے شعر کا دوسرا مصرع تو جملہ طلب ہے، غالب فرماتے ہیں:

”فی نقش در کشور بنگالہ پیدہ کردہ است“ یعنی احمد علی اصفہانی کی پیدائش ملک بنگال میں ہوئی، فارسی میں لفظ پیدہ ”تولد یا پیدائش کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا، بلکہ ہر بادستہ یا بکے معنوم میں استعمال ہوتا ہے۔ غالب کے مافی البحر کی وضاحت کے لئے فارسی میں ”آفریدن“ خلق کر دینا اور پورا کر دینا عام طور پر مستعمل ہے۔ غالب سے یہ تسامع غالباً اردو کے زیر اثر چل رہا ہے۔

اس قصے کے بارے میں جناب سید قدرت حقوی فرماتے ہیں در حقیقت مؤید برہان جیسی کمی کتاب میں بھی جس تاثر میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں، ”تحلیق و تحقیق“ دو لگ بھگ جیریں ہیں۔ ان میں قدر مشترک کی تلاش اور مقابلہ سب نہیں، پھر یہ کہ یہ قطعہ غالب کی کوئی، ہم تخلیق نہیں اور نہ اس کا تعلق حسن سے ہے اور نہ تاثیر سے۔ بلکہ ادبی نزاع کی حقیقت کا اظہار ہے۔

مرزا غالب کا یہ استدلال کہ مولوی احمد علی کے تاج و تہ و اصفہانی تھے لیکن ان کی پیدائش بنگال میں ہوئی۔ اس لئے لکری زبان بہ نظر ناز کرنا ان کے لئے بجا نہیں، کون جانتا ہے کہ نیسویں صدی کے وسط میں جب بنگال میں فارسی زبان وادیکھاجاتھا، احمد علی صفائی کے گھر میں فارسی ہی بولی جاتی ہو، کیونکہ تاج بھی ایک سو سال سے نیاں کا درجہ گورے کے بعد ڈھاکے میں ایرانی الاصل کا نانا متلا شیرزی، اصفہانی اور مذہبی دالان کے ایرانی ہی رہنے کے بعد غنی، انصاری، آریس میں فارسی بولتے ہیں، غالب ریاست مرہٹہ میں غالب درملے میں:

”اگر کوئی مجھ سے کہے کہ غالب تو ابھی مولد ہندوستان ہے میری طرف سے جواب یہ ہے کہ ہندو مولد اور فارسی زبان ہے۔“

ہرچ از دستگہ پارس بر بغض بردند

تا بنام ہم از ان جملہ زیانم و اوند

ربان دلی نازی میری ازلی دستگاہ اور عطیہ خاص بنوایا اللہ

سہ فارسی زبانی کا مسلک تھا کہ جو حدانے دیا ہے، عشق کا کمال میں نے

ستارے حاصل کیا ہے۔

حالت کے مذکورہ ملاحظہ کے قطع کے جواب میں آقا احمد علی اصفہانی کے شاگرد مولوی

عبدالمحمد قدس سرہ نے ایک لطیف قطع کہا اور بحث کا سلسلہ نثر سے نظم کی

طرح مستقل ہو گیا۔ قطع کے قطعے تجلید اشعار درج ہیں۔

دید چو حالت مؤید "ن کتاب از جواب کش بعد تحقیق، مسد ہاری مانگدہ است

گفتگو بالای طاق از، مسل مہربان کتاب ہرہ گوی ہرچہ در دہی با کردہ است

من یکم بہ طبع محمد اور شعر نام من خدا شہر بہت اولم از دوقی کردہ است

من یکے رکشتہ من خدمت من احمدیوں مدیدم مفر من این شکوہ ہی کردہ است

منک اور دہم، دکاری کہ مرزا کردہ است رشک اور دہم دکاری کہ خدا کردہ است

میرزا را دینی، جو دینا با چہ سودہ خالق اور جواب ملک جدید اگر نہ است

یہاں پیدا کردہ است کے سلسلے میں قطع سب سے بھی وہی نظم، قطع ہے جس

کا ذکر ہم نے حالت کے قطع میں کیا ہے۔ لیکن یہ معروضے اسی طرح دیتے ہیں۔

حالت کے شاگرد باقر علی ہاشمی اور خواجہ محمد الدین حسین کشمیری دہلوی نے

انک الگ قطع اسلوب کا جواب قطع کی صورت میں لکھا پھر وہاں سلم ٹھہرے تیغ تیز تر

کے نام سے اس کا مضمون جواب دیا۔ چونکہ اس سے پہلے مرزا غالب نے "مؤید سرمان کے

جو بد میں جو تیس مضمون کا ایک درو تیغ تیز کے نام سے ۱۸۶۸ء میں ترتیب دے کر

نشر کیا تھا۔ اس لئے قدر نے اس سے مانگہ انھں کر اسے قطع کا نام "تیغ تیز تر"

کی علمی کاوشوں اور تحقیقی سوشل سائنسوں میں اہل علم و ادب جو سیکس اور سسٹھ عاصیات کی ایک، ہم کڑی مکتوب ہو جائے جس طرح انھیں ترقی اردو کراچی (پاکستان) نے اس ادبی نذرانے کی تفصیل "ہنگامہ دل آشوب" (معدن اول و دوم) کے نام سے شائع کر دی ہے۔

نوٹ: میرے قلم کو مفرمات ڈاکٹر حفیظ اللہ دین ڈیسا نے اپنے مضمون پر مبنی "عالم اپنے دو معاشرین کی نظر میں" (مطبوعہ غالب نامہ، تنہا دہلی، جولائی ۱۹۸۲ء) میں میرے متعلقہ پرچہ کی اعتراضات کئے ہیں۔ مثلاً اور سید حالیہ کی جگہ نور مینٹ علامہ یا سید سید کا لکھنا اور رسالہ "تراہ" اور رسالہ اشتقاق کے موضوعات کی تفصیل بتانا چاہئے تھا۔ اور احمد علی کی تاریخ وفات درست ہے، حال آنکہ میرے دو چار تاریخ مکتوب ہے جو ڈیسا صاحب فرماتے ہیں، اس بعض جگہ میں جنرلی ترمیم کر لے ہے، میرا مقالہ غالب اور احمد علی کے ادبی تئانہ کے متعلق ہے۔ اس سے غیر متعلقہ تفصیل کی توقع ہے کہ ہے۔ ابھی مجھے شکایت ہے کہ ڈیسا صاحب نے اس انصاف پسندی کی راہروں کی کہ غالب اور ان کے طرف داروں کی نفس نگاری کے بعد بھی احمد علی نے "ہفت آسمان" میں فانی کا ترجمہ ویسا ہی کر دیا ہے۔ غالب کی مرثیہ نویسی کے سلسلے میں شہر محقق پر و فیہر نے میرا احمد صاحب کا یہ قول "میں کا حوالہ خود ڈیسا صاحب نے دیا ہے (صفحہ ۱۱) یہاں پریش کرنا ہوتا۔

"برہان تامل کے نقائص کی نشاندہی میں جیلا صیغوں کا تذکرہ کرتی تھی غالب میں وہ صلاحیتیں زہیں۔ اس کی تفصیل پر تفسیر صاحب موصوف کی کتاب "تقریر تامل طبع برہان" (میں ملاحظہ فرمائیے۔

حواشی

۱۔ ہفت آسمان (۱) (بلا تفسیر کا انگریزی مقدمہ) حیات غالب (جلد ۲)

ترقی نگاروں میں اردو (۱۹۵۰-۱۹۵۱ء)

۲۰ یادگار غالب (۱۹۵۰ء)

۲۱ نوائے اور دہشتی جولائی ۱۹۵۰ء (۱۹۵۰ء) بحوالہ سرگوش سنجہ، "مید فخر الدین حسین سنجہ" دہلی۔ مرتبہ علیل الرحمن دہلوی (۱۹۵۰ء)

۲۲ دی وندی کے شوقی کہات اور ان کی شوق نگاہ جو صمیم حسین انکسار میں اردو (۱۹۵۰ء)

۲۳ حالی نے نوید البرباد کیا کیا معالفت (۱۹۵۰ء) اور وہاں شوقی کہات "تہ کر سید اسرار" کھجے، بخور دست حسین (جنگل میں اردو) (۱۹۵۰ء)

۲۴ مشرقی جنگل میں اردو (۱۹۵۰ء)

۲۵ محنت آسمان (۱۹۵۰ء) ۲۶ شکامہ در آشوب انکسار

ملاحظہ ملاحظہ (۱۹۵۰ء)

۲۷ نقش آراء (۱۹۵۰ء) ۲۸ بحوالہ سنجہ در آشوب (۱۹۵۰ء) ۲۹

۳۰ در عشق کا دیال، پیش لفظ (۱۹۵۰ء) ۳۱ شکامہ در آشوب (۱۹۵۰ء) ۳۲

۳۳ خطوط عائب (۱۹۵۰ء) ۳۴ بلا حسن کے اس کی کمی نہ ۴ صلی کھجے۔

۳۵ مقدمہ محنت آسمان (۱۹۵۰ء) ۳۶ مقدمہ محنت آسمان (۱۹۵۰ء)

۳۷ بنگہ رطل آشوب (۱۹۵۰ء) ۳۸ یادگار غالب (۱۹۵۰ء) ۳۹

۴۰ در عشق کا دیال (۱۹۵۰ء) ۴۱ خطوط عائب (۱۹۵۰ء) ۴۲

۴۳ مقدمہ محنت آسمان (۱۹۵۰ء) ۴۴ یادگار غالب (۱۹۵۰ء) ۴۵

۴۶ بر سال محنت ۱۹۵۵ء، کھجے۔

۴۷ خطوط عائب (۱۹۵۰ء)

۴۸ مقدمہ محنت آسمان (۱۹۵۰ء) ۴۹

۵۰ محنتی نامہ، ع و د (۱۹۵۰ء) ۵۱

۵۲ شکامہ در آشوب (۱۹۵۰ء)

۵۳ خطوط عائب (۱۹۵۰ء)

غالب کے ایک بنگالی شاگرد

(۵) علامہ اقبال جی

درجات بھی تھے، لیکن وہ دنیا کی

بے نیازی کے لیے تھے۔

اسے یہ بات بھی معلوم تھی کہ وہ دنیا کی بے نیازی کے لیے تھے۔
 میں نے اسے یہ بات بھی بتائی تھی کہ وہ دنیا کی بے نیازی کے لیے تھے۔
 اسے یہ بات بھی بتائی تھی کہ وہ دنیا کی بے نیازی کے لیے تھے۔
 اسے یہ بات بھی بتائی تھی کہ وہ دنیا کی بے نیازی کے لیے تھے۔

اسے یہ بات بھی بتائی تھی کہ وہ دنیا کی بے نیازی کے لیے تھے۔

اسے یہ بات بھی بتائی تھی کہ وہ دنیا کی بے نیازی کے لیے تھے۔
 اسے یہ بات بھی بتائی تھی کہ وہ دنیا کی بے نیازی کے لیے تھے۔
 اسے یہ بات بھی بتائی تھی کہ وہ دنیا کی بے نیازی کے لیے تھے۔
 اسے یہ بات بھی بتائی تھی کہ وہ دنیا کی بے نیازی کے لیے تھے۔

ڈاکٹر عبد الباقی، پرنسپل سرمد قیام علیہ السلام۔ جو اس وقت کے جتنا اور جو کچھ لکھتے تھے۔
اس وقت کے میں اس پر مزید اضافہ اور غیر مطبوعہ ظام کا تعلیمی مطالبہ پیش کیا جائے گا۔

جو عبد الباقی لکھتے تھے۔ یہ تھیں۔ ڈاکٹر کے کاموں میں ان میں انگریزوں کا ڈاکٹر
جو عبد الباقی لکھتے تھے۔ یہ تھیں۔ ڈاکٹر کے کاموں میں ان میں انگریزوں کا ڈاکٹر

۱۔ مرقی پست میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں
۲۔ مرقی پست میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں

۳۔ مرقی پست میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں
ڈاکٹر عبد الباقی (۱۹۵۵ء)

۴۔ مرقی پست میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں
۵۔ مرقی پست میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں

۶۔ مرقی پست میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں
۷۔ مرقی پست میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں

۸۔ مرقی پست میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں
۹۔ مرقی پست میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں

۱۰۔ مرقی پست میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں
۱۱۔ مرقی پست میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں

۱۲۔ مرقی پست میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں
۱۳۔ مرقی پست میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں

۱۴۔ مرقی پست میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں
۱۵۔ مرقی پست میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں
۱۶۔ مرقی پست میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں اردو میں

[illegible]

۱۔ عوام بہبود ڈویژن کے تحت ۱۹۶۲ء تا ۱۹۶۹ء کے درمیان کیے گئے متعلقہ کاموں کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

[illegible]

جنگِ قادسیہ کی مصروفیات میں یہی حکم ملا تھا جس سے (۱۲۵۵ھ) یعنی (۱۸۴۰ء) والہ آباد شجاعت علی کو "قائد اعظمی" اور مددگار "ابوبکر صدیق" بنوا دیا۔
یہ تھا جو جہادِ اسلامی کے سارے حقائق، آداب و سلیقے کی روشنی میں اس کی
علم و ادب کے ساتھ غالب کی رائے پر چلی گئی تھی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب پانچ مصلیوں
پر مشتمل ایک مجلسِ مذہب و سیاست کی "مجمعہ مستشرقین" نے اس مصلی کے ساتھ
جو رقم الاوقات غالب نے اس طرف منسوب غالب، ملازمی تھی۔ ۱۹۶۱ء تقریباً ۳۵ سال
لی عمر میں حلقہ ہوا۔

تھے درمختار اور ان کی بددعا ڈھکے میں ۱۲ جون ۱۹۴۱ء کو میں بھی احمدیوں کی مسودات کا
مناظرہ میں۔ یہ وقت کے کلام سے متاثرہ اور نظر آتے ہیں جیسا کہ ان کے کلام سے ظاہر ہے۔
دریں وقت یہ مخالف کو صحت ہے میں اسے سُرگرسید احمدیہ اور عبد العزیز اور
ڈھکے میں یہ نسبتیں نہیں بلکہ دوسرے شاکر کو تھے

تعداد الملک علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادوں کی نافرمانی اور غرضی مصعبوں کا
بدروم تبار کے اور محمد سے ان کا نام تھا صرف کو تقریباً چالیس سال تک مصابیت محبت و
مشقت اور اس میں جو سے فراہم کیا اور نہ دشمنانہ کے، مگر یہ مصنفین کے حالات اور
تقصیحات میں محکم حدود میں صرف ہے جو اب بالکل صورت میں ڈھاکہ کی پوری پوری سے سعد
مطلوبات کی ریاست ہے۔ میں یہ صحت کا بیان ہے کہ میں نے سحر، میں شیخ حنا کی دیکھیں، شاید
ڈھاکہ لکھتے تھے کہ میں جو رسد کر رہا تھا صحت میں نہیں وہ نہیں جانتے اسے اس
ورسہ کو درجہ لکھتے، میں شیخ حنا کا نظارہ وہ وہ جب ان کی نظر سے گزر رہا تھا
مریدان میں خوشی ہوئی لیکن اس عقیدے کی گڑبگڑ کی یہ حد تک، خود کے ہر گون
میں بھی رہ چکی۔ کہو کہ یہ ایک درمست تھا۔ آخر کی وفات کے بعد حکیم صاحب موصوفی کی
گرہ میں یہ جب تاج عبد العزیز دکن کے صاحب اسے خود عطا اللہ ہے اب میں احتشام
میں مطہر دیوانہ کی قوم کے بعد یہ رہا میں نے ان کا شیخ حنا کی دیکھیں، آخر
تھے جن کا حق تھا، وہ دور میں میں نتائج شدہ کلام میں اس دیوانہ کی بیت تھا۔
تیار اور دوران ڈھکے میں اس وقت ہی مصلوب رہا اس سے اسے کلام کی اشاعت
کا مقصد یہ تھا کہ جن کی پسند و ناپسند کا اندازہ لگایا جاسکے بہر صورت دور میں لکھتے میں
خود ان میں نتائج میں اس سے دو دو شعر نقل کیے جاتے ہیں۔

۱۔ میں شہرہ درمست تاج عبد العزیز میں ۱۹۴۱ء میں دیکھا اور میں لکھتے ۱۳۷۷ھ ۱۳۷۸ھ

عہد خاندانہ شدہ جو عبد العزیز ہے۔ اسے اس میں یہ تحقیق معلوم ہو سکتی

ہم پر یہ ہیں جانیں گے کہ جو حق پرست لے
 بہت کدہ دہراق میں لے جیں
 گزرتا ہوں سسہ و فلاک میں مل جائے
 ماہ واپس آئی دانی میں حد و حال
 بہت جوت۔ ظام جو مگر بعد
 حد دوم رکھنا۔ و مکتبہ کے لکھنے سے
 چہ کہ تا طہا یوں ہے۔

— دینا میں سے، ہم جنس پیر۔
— دینا میں سے، ہم جنس پیر۔
— دینا میں سے، ہم جنس پیر۔

یہ وہی تیرے قابلِ ملاحی، جس کا طوفانی غم وہ "ارتقا" کے معطف کڑی
 غمی سے کا سر روایت ہے جس میں وہ غفلتوں سے ناسمجھتا ہے
 اُنسی! تسک کو اپنے دل پر ڈھکیں گے
 یہ تقدیر کے احقر ہمارے

ظاہر آتش و مستحکم ہے
اس قوم میں اتنے دھڑکے

۱۔ ما علم ہے کہ کہنے والے درخت پر بیٹھ کر ہی پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں

آخر کا کلام موجود ہے۔ مثلاً قصیدہ مغزل، مشکوی، راعی، قطب، خمس، اسرار، اور سوحت
اور ترکیب بند۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ اس مجموعہ کلام میں عربی و ترکیبہ میں پہلے
قصیدے میں ایک، ایک شعر ہیں جس کا مطلع ہے۔

بوقتِ شام کہ خورشید ہو گیدے نور

جہاں میں تیرا کاشفے ڈالارنگِ طور

دوسرے قصیدے میں عربی تینتاہیں شعر ہیں اللہ شان نہیں پیش کی گئی
ہے ایک قصیدہ تیرری کی ہرل پر پیش کا شعر یہ ہے۔

دل میرد دوز دستم صاحب دل باقدار

یک قصہ مراد سوخت ہے جہاں کا، کس سر بول ہے :

ایک جو شکر دوز ہے اللہ اللہ داناقت شر از دوز ہے اللہ اللہ

سید بھی مانے علم ندوز ہے اللہ اللہ عاقل شرف تب دوز ہے اللہ اللہ

ہمت اے دل کہ ستم اور لیا ہے مجھے

طاقت اے مار کہ لست کہ، بھی لیا ہے مجھے

بند راعی کی مثال پیش، و حافی ہے۔

گر قصرے عمارت و پانی : آب حیات کی مشائی پانی

کیا نہ کرے، اس پر کتبہ بزرگوار : کرم کے لیے شہ : گالی پانی

جو رعبہ بھی جس عمارت معلوم ہے جس میں اس دماغ کی روش کے مدد کی کار

مدا بھی حوس، سب سے استعمال کئے گئے ہیں "حرفیں دقت عشق" کے نام سے، ایک

مشوکی ہے، شہ پر حشرے رز کی آخری، دکان ہے کیونکہ میں میں رزنی، مانکے ساتھ ساتھ

شرعی جیسا بھی ہے اور نہایت دل و در اوروں کیلئے اندر میں نکلی ہوئی ہے۔

اصل : پیر، نصیح قیاسی

عر میں غم - یہ میں میں کیوں جموں بھڑوں میں خصوصیت کے ساتھ بڑی
 روائ اور پاکر چلا میں ہی میں سخن میں رہی و بیان کا طوف گھپا ہوا ہے۔ ان طرزوں
 پر قیرت میرت کہے یا خاکسار سے اکت و فن کا لفظ نہر صورت میں است و بچید اور سادہ و
 مستقیم نہیں رہتا بلکہ ان طرز میں پیش کی جاتی ہیں۔

رہا سب جو ریاضت	دیکھیں گے ہوسار کا یہ
کھد رست نہر - ف ریاض	ہوئے کس جہا جہا کار اپنا
نکھس جاتی رہیں - حصار	دکھتا ہے مستعار پہ
نکھس جاتا - مہریت در	میں کیچے کا مستعار پہ
یہ حصار و تہر - دتوں	رہا کوئی علم گسار پہ

کوئے جاناں میں ہم تو حار کے	حال، پسا اے سب رے
صورت مداح جب کار ہوئی	وہ طبیعت دھر کو رہے
رہا کا پوچھ لٹاں تو نہ لے	جاتے تھے مسگر ہٹا رہے
بیچ رہے مں کی ہم گلے رہے	ایں جو پہرے رکھ رہے
رہ رہا فانی قسمی نے رکھ دیا	سر کو، لیں دے ہم ٹھارے

جوں تو ریش مری ہو چکی	ہمار بستانا ہو چکی
نہ لیا تا پ جو رہا تو نہ	دلا صر - رہا ہو چکی
پسے میہ نے کو کتھے ماصح	اب اس کی بار مری ہو چکی
جو سے یہ خوش کوئی تیری	قوس رہا ہو چکی

اگرچہ کہ بعض اشعار میں بعض اشعار کی اندازہ مرید

مردہ رک گیا ہے۔ میں جھٹکتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ کلام میں زمان و مکان کی ممانعت
معتزلہ کے ساتھ ساتھ توحید کے گہرے تصور سے بھی دوری اور جہاد کی رنگ سے من کے
دو حساب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو بنگلے کا ماحول جس سے سائبر مفرقہ اور دوسرے
پاکستانی تعلیم کے وہ مکمل طور پر موزوں تھی۔ میں نے بڑی مزاحمتی رنگ و برعکس
توجہ کے ساتھ اس میں جو کہ ایک نئے امرند سر دیکھنے میں شروع میں خط ابتدا الفاظ۔

میں نے سوچا تو نے

دلا حیرت رسانی کو حسی لمس

میں کہاں تھی میں نہیں بیان

تیری رفتار چہ قیامت ہے

شکات کیا کر رہی اختر سند ہے محرم کی ہم

مدی اس لیے جو کہ نہ ہم بھیبوں کا نہ سمجھے

مولوی رحمان علی جیش مصنف تاریخ ڈھاکا جو کہ جوڑا کے کی چلتی

پھر تو اس ٹیکو بڑیا تھے عبد لغا اختر کے مارے میں لکھے ہیں

آپ نے یہاں ایک کلیتہً روحانی فوٹو سمجھیں سندھ درمیان

رہ گیا۔ آپ کا تاریخی کلام نہایت فصیح و سلیقہ پر گھر

پر ہے اور وہ میں آپ نے میر تقی میر کا طریقہ اختیار کیا ہے یہ کو بنگا

میں لغت گوئی کی طرف رجعت ہوئی اور بہت معتد کلام متنبہ سے ہے

فقیر کا یہ بیان سنا ہی میں تو جہاں تک ہے اختر کے دارسی اور عبد کا ان کیوں دیکھا

جہاں تاریخ ڈھاکا اختر رحمان علی جیش کی "مستری پاکستان" میں درج ہے

منظومہ اختصار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسم پاک خدا ہے عز و حق سب سے بڑا کہ سب سے بڑا
 معجز ممکن شیون و صفات کمال خدا ہے وہی خدا کی ذات
 وجود لا استریک بس نہیں اس کے مانند ہی نہیں کوئی شے
 استواء انتہا سے وہ ماہر نہ اپنی قدرت کا آیت وہ ہر
 کوئی سس کا نہیں ہوا ابداً رکوئی ہے ترکیب و محسوس راہ
 وحدت کی میاں میں رکے دم اس جا پہ بار بار رکے
 مسئلہ یہ وجوب دامن کاں کا حوجہ اسو مسد ہے شیطاں کا
 علم کا زور وہ دکھاتے ہیں جو وحدت قدم سلاتے ہیں
 رکے (اثبات) کو کوئی کھوٹے حکم شے دیکھیں سے کہاں ہوٹے
 یاں تو کچھ عکس سے بھی کا نہیں عشق لب کا یہ مقام ہمیں
 وہ یاں میں رذا اس لطافت کو سوز کچھ اپنی بھی کائنات کو
 جمع ضدین ہوو کیوں کر ہو خلق خالق کا کیوں کہ ہمسر ہو
 صوفیوں کے کلام کو نہ کہو سمجھو نہ صر سمجھو تو دور رہو
 اس کی تاویل ہے بہت مشکل علم ظاہر سے وہ نہ جو حاصل
 اور از روئی علم ظاہر بھی روکشی ان کی یونہی نہیں سکتی
 صاف دکان کا مشیل آئینہ ساری دنیا سے یاں خدا کی
 نہ مایہ درسد ہیں نہ کچھ نہ کچھ کے گئے گئے صبح رونے

سردہ آفسر پیش عالم
 تیش و آب و خاک باد رنگ
 قلم و لوح اور جہاد و نبوت
 بچم و حور ماہ سب اسی سے ہے
 نور آمد کہ ہے جب دکھ ظہور
 جھٹی گردن کہ سر بلند کا ہے
 ناز و بھاء نیاز سے بولا
 حسیہ فوق بیان کرے لگا
 نظر بلف کا مو مسطور
 بحر کرم جوش میں آیا
 مارک اقتدا کیا مواب ملا
 وہ قدرت کی کاریر دازی
 مسرتِ رحمتِ خدا دیکھو
 کہ کاس کو مفند اسب
 نس سے ہے ماں کو رنگِ جود
 عہد اور سر میں تھا ہی نور
 تھی اسی نور کا دو نشان نمود
 دن منور کن کہتے عسک
 حم عین سفین کا احسار کار
 طل اسی ہاں حمد ہے مقام
 جب اختر کے تارے تلے اب
 حوتے اسی کو کیہ بطف کرم
 عرض و کرسی و حق و انس و ملک
 عسوی و سفلی کے یہ فضیلت
 قدر کو تاہ سب اس کے سے ہنہ
 وہیں بھکتے کو وہ ہوا مامور
 ماجری کی کہ اجمہل ہے
 دفتر شکر و رحمت گہوار
 صفتِ حرد و نشان کہے لگا
 سر باطل کھلا ہوا مسرور
 ابر رحمت حردش میں آیا
 پہلے لڑاکا کہ خطاب ملا
 آفرینش میں کی خوش آفرینی
 کیسی سندوں پر پہنچے دیکھو
 یمن و سب کا شیوہ سب کو
 کیا جس کو مسدئوں نے سمود
 تب ملک مجدے کو ہوئے اے ہوا
 جس سے طیس ہو بہ سطرود
 اس سے روئے تلبہ خاں یمن
 اسی منزل پر ہے مقام و مدار
 اس جہاں دہوشی اگم میں تمام
 سر باطل کھد ہے تھ پر کب
 ہر جمع لعل غلے

کچھ کس کی بڑی شرافت ہے کون اتنا خدا کا پیار لے ہے
 رَمَعَ اللہ عَفْوَہُمْ کی خمیسر کس کی دکھلا رہا ہے یاں توقیر
 مگر مجھ ہے تو اس کو فاضل و سب حق ہے یہ حق ہے اس کو مانوسب
 فرقہ ہے خاص اور خاص کا یاں ہیں حکیم و حبیب کے ہی ایشیاں
 طور پر ان کو دل کا کام سلا منزل پوریاں مقسم مسد
 حاک کا صرغ ان کا پا انداز ان سے الگ کھڑے باز و نیاز
 لیکن ترانی وہاں جواب آیا یاں دنوں قرب کا عذاب آیا
 قاب قوسین سے جو کم تر سو دوست تو تم وہ وصل نور کرو
 دیکھے اور اس سے بھی بڑھ کر سید فضل شایع عشر
 سید اقدس آل عسریں میں کیا یہاں ہے طبیعت شان میں
 گر شرف میں رہے مجھ طاق کیوں ہوا چند کس نے میناق
 وہ شہادت وہ قول وہ اقرار حق سے بیوں کا تہادہ کیا اسرار
 جس کو کچھ علم کا اثر ہی نہیں صلے فرشتے خیر ہی ہیں
 تجارت ہم سے ہو ہر قدم کیا وہ سمجھے سسرا پر سکونم
 دخل پوش و خرد کی غنہ ہے کیا علم ہی حب ہیں تو عقل ہے کیا
 علم جس جاد کھائے اپنا زور عقل بھاگے وہاں سے جیسے چور
 علم پر حسب امور کلبہ مدد عقل بے علم ہوتی ہے بے کار
 اس میں اختر بہت ہے طول کلام بس حقان کیت کلک کو کلام
 کھر سنا اک روایت صادق بردہ سل کلام حق ، ناطق
 کچھ میان فضیلت حضرت شان محبوبیت برمد شوکت

سنے والوں کو کہہ کے بکھا دے جلوہ غورِ حق کو دکھا دے
 یہ جو ہے اک خطابِ تمکین پُر فضیلت سے اور شوق سے قرین
 رہے حضرت کو اندرِ عزت عاصی کے لئے ہے تو رحمت
 غورِ دل میں رُوحِ خدا کے لئے کم نصیبت ہے مدنی کے لئے
 یعنی جتنے ہوئے نبی و ولی ہیں پور و نمود تھی سب کی
 رہے پوشیدہ یا پہلے ظاہر کوئی عام ہے تو نہ تھا بہر
 کوئی خارج ہے اس سے ہاں بول مگر فضیل منہ ذرا کھول دے
 کس کی اُمت ہو یہ تو بستلاؤ سمجھے حضرت کو یہ (تو) سمجھاؤ
 کہو ہے یا نہیں یہ قرآن میں گردِ مافوقِ حسل ہے ایمان میں
 اور بھی ہیں روایتیں ایسی جس سے ثابت ہے (شان) حضرت کی
 ہیں منظور یا نہ طویل کلام کطوائتِ کتب سے سلاسلِ انعام
 اس لئے بس یہ نعت ختم کیا کلفِ سامعینِ رزقے لیا
 نے حذرِ کلام (م) میرِ اقبال طفیلِ رسول و آلِ رسول
 سنے والوں کو رہنمائی کر رحمت و لطفِ کسریٰ کی
 اختر اب بار آ کلام سے تو
 ہوسعدا ت طلبِ سلا سے تو

السلام اے میرے برجِ برتری
 السلام اے رحمتِ ربِّ رحیم
 السلام اے حکمِ کُن کی ابتدا
 السلام اے ذاتِ تیری انتخاب
 السلام اے خسروِ نازِ انبیا
 السلام اے نورِ پاکِ حقِ نسا
 السلام اے مطیعِ خلق و جور
 السلام اے بازِ شمشِ لوحِ قلم
 ہو گیا اعلیٰ میں عالیِ دنیا
 مر نہیں اس کا جو کچھ وہیں کہ سکوں
 م عتوں سے جاری اور جاری خفا
 آپ کو درِ شہادتِ رہم (کذا)
 کس سے جزِ حضرتِ کزلیں میں عرض
 کچھ نہیں وہ جس کو، پیرِ ازِ زیاں
 اب ہی جو پہنچے ہی ہے التجا
 بیٹے سے مطلبِ حاجتِ پاک
 یہ تہنہ ہے، نہیں ہے آرزو
 رازِ نانی کچھ ہے میری تسلی
 صدِ مدد ہے، بیکی کب تک سہوں
 وردِ کچھ دل سے میرے رنجِ یاس
 السلام اے عاوا و ادرِ سروری
 السلام اے عاوا و عسقمِ عظیم
 السلام اے فصلِ رب کی تہا
 السلام اے باتِ تیری رِجوب
 السلام اے برگِ و سازِ ویا
 دستِ قدرت سے قمر کے تنقہا
 السلام اے مقلعِ اخلاقِ وجود
 خیزوں سے ہر جہنمِ کرم
 رحم اے دونوں جہن کے بادشاہ
 طاقت اس کی بھی نہیں جو چپ موں
 ہوں میں از سرِ پہ پابریِ خطا
 چارہ گر ہیں آبِ اورِ بیمارِ ہم
 کہوں کہوں کس کے، آگے میں دستِ بزم
 خوب دیکھی دمر کی ہیرِ نگیاں
 عاقبت کو لے کرے فرمانرو
 مغفرتِ حق سے شفا دے ہے
 حق یہ فرماتے خود را متقنطو
 آپ کی اُمت ہوا آخر لے سول
 تا بجا نا کام ہو چڑھستِ رموں
 آپ کی اُمت ہوں وہ کس کے پاس

سہیجا، مطیعِ خلق، دیکھیں تہ زرد لکھے میرا تبوں

یاجی پاسبانِ اقدس کے طغیس میری نجاتی کی جاسکیے میں
 ہر اصحابِ خدا جو حق طلب کیئے میری حمایت پیشِ رب
 جب حق لب پر دعا کے واسطے رحم بندے پر خدا کے واسطے
 مشتِ خاکِ ناتواں جو جلے پاک تاکے بارگاہ سے دردِ ناگ
 آپ کی امتِ عقوت میں رہے ظلمِ جورِ نفسِ متارہ سپہ
 نعتِ لطفِ اکرم سے کیئے سیر مخلصی میں بندے کی کیا آبی دہر
 عرصہِ صلہ، بسا کیا اختر نے بس اک سنگاہِ ہیرے فسرِ یادِ بس
 در کورِ محبت، جان کو آرم ہو ایسی حسرت میں جو حاصلِ کام ہو
 بس فحوشِ اختر پاکِ نورِ کرم کچھ تھک دل میں اب کا پتہ مفہوم

تیرے دل کی جو جیگی حاصل مر د
 پڑھو دردِ پاک کہ خاطرِ کوتاہ و

مستزاد

سنی فو مستزاد روح پاکتِ جمہور جنابِ حمزہ مسل
 شیعہ اندھین، خیر، بشر کمر ابوں کے رہ جنابِ حمزہ مسل
 مرام، ملین، خیر، بشر (۱۷) اسرورِ عام مجتہدِ ملتِ ہند
 شیعہ امتِ عاصی، حبیبِ صائق کسر جنابِ حمزہ مسل
 دردِ دل کے دردِ نیا کمر جو تو بہ تو بہ ہر دم ملتِ حق کا
 لقب جن کہتے تھے تلمیذ میں و مستزادِ محشر جنابِ حمزہ مسل
 کہاں یہ جو وہ نہکھو جو بحث اس شاہِ دین کی میں تلمیذِ حق کا
 ہر اک ملوث سے تھے ملوث سے سنِ انفس و بہتر جنابِ حمزہ مسل

مراقبہ مرا کعبہ، مرا پادی، مرا مرشد
 مر سلطان، مرا ملک، مرا سید، مرا سرور
 صلوٰۃ و حمد سلام اس پر اور اس کی آل پر بھیجا
 جو ہے محبوب تیرا احسن سے خوب اور بہتر
 ذکر تو خوب، محترم کچھ، قوی رکھ دل کو ہاں اپنے
 شفاعت، تبت تیری کر پڑے حضرت اے اختر
 جناب محمد مرسل

غزل

اے غی فرقت تری جس کو ستائے کیا کرے
 اچھے ہر دم شوق میں، نسو بہا کیا کرے
 تار و آہ و دفن گریہ و شور و ہکا
 دست کس میں کوز ہو جوئے کا وہ دانا کرے
 حال جس مانق کا پسے عشق حضرت میں برا
 بدل ثوریدہ گل نہ ابر عشق مصلح
 روضہ افکس میں گزراے ریا کیا کرے
 صبط راہ عشق ہے حق کے حق میں حور
 سب تیغ مگا و تار چشم دل فسریب
 تیرے چہرے دے خون میں بجی گونے کیا کرے

تقدیق دید میں تو حالت احترام ہے غیر
 دیکھے گرا اس ماحور کو پائے کیا کرے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من کلام بلاغت نظام جناب خواجہ عبدالغفار ضامنہ قلعہ

ایسے خدا نے مژدہ پروردگار پر میکاں
تو ہی تعالیٰ تو ہی مالک تو ہی رحمان رحیم
خود و عظیمان و ملک سب تیری قدرت سے ہے
بھر کر تو نے سنگ کی خلقت میں آگے حاصل
یک لفظ کن سے تو نے سب کچھ میں آشکار
حکیم حکمت سے ترے افسردہ مایم متفق
تو نے جوچ باکیا جوچ بتا ہے کرتا ہے
چلا سنا غامیان و در دستِ رحمت جہاں
تو ہی ہے پروردگار وحش و طیر و انس و جان
حکم سے پیدا ہوئے تیرے زمین و آسمان
جو ہیں ملک کسی مطلق سے ہی مطلق میں
پیدا حکمت میں کیا صنعت میں تیرا جہاں
قدر قدرت سے متعلق ہے تر شہقت سماں
اور جوچ ہے کہ کائنات خدا نے روح جہاں

قطرہ

تو وہ دُور ہے نہ بھی ابتدا کو تیری عقل
تو ہی تو ہے ند جہاں میں اکیچے احسن و عطر
خیر و خیر پاک حضرت کیا جو آخر سے کھلا
کون سے نیرے حواس عالم العیوب سے خدا
من قدر کہ ہے سب سے قبل و اذانی مری
دن ہم حیرت و حیرت ہے میرا کیا کروں
مذہب مہی کی پسے کہ خدا یا مغفرت
نتے ہی پرتیا مندہ میدان
تو وہ اختر ہے رہا دے نہا و ہم و کماں
کوئی تے تھے سے سین جی کوئی جہاں مکان
یہ وہاں وہ کیا نہا و تیری لہاں
حال سنگی طہر و ماہی کلبے تھے یرطبان
اور خولت چون پینا کی کلبے ایسی ہیں
کھول تے سے غلبہ کی کلبے وہاں جہاں
محوہ کر دے تو سے مدد کہاں بجائے کہاں
مت ہر محم اسی کو لے پناہ سے کہاں
نہ بھیج - کر دین

صدق دل سے جو دعا کرتے ہیں کہ کسی کو قبول
 خاص لطف و رحم سے اسے حرم بخش عاصیوں
 یا فری محفل اسبیلہ رحمت کو مدام
 سائے میں ہے کرم کے کعبہ یا من و اماں
 حمد و ثناء سے تیری حمد کی گھڑا یاد و شہد
 ہائی تجھیں کو کر کہ ہر آن ہر دم تساب
 سبب دینا کہ حاصل ہوں اترا نعل
 شامل حال اس کے ہوئے خیر و خوبی ہر زمیں
 میرے ملک کو کہ جس کا نام ہے عبد الغنی
 عروج و دولت اقبال سے رکھ تو اماں
 میں کی سبب و لاد کو اس کے عزیز زلف کو خدا
 تو سلامت باقیامت رکھ یا بعد عزت و ستاں
 یہی رحم سے تو میرا اس اختیار کو
 کیجیو دوزخ جہاں میں یا الہی تاراں

تمام تہ

شب معراجِ حق المرسلین ہے
 طلوع آفتاب و دروہی ہے
 نرف میں سرنج کی کہے کوکب
 عروج کا مل مساب زمین ہے
 قسواں ہے آج بہر مشتری کا
 مردع اختر نور یقیں ہے
 قدم گاہ رسول پاک ہے آج
 عروج پایہ عرش بریں ہے
 نشان اسی کا ہے تار و پریش
 جو نرسش ایک کا سہ نشین ہے
 دوع اس آسمان پر ہے زمین کا
 کلاہینت ہا یہ سلطان دیں ہے
 مرختے مزدہ دینے کو میں گئے
 پیام و صلہ رت بدلیں سے
 میں یاں لو سے محمد - محسّر
 دماں آفتاب عرش بریں ہے
 کھد مرد و کس اعلیٰ پر مرکب در
 بہنوق آمد سلطان دیں ہے
 باتیں مدنی تند بریں سبب
 بے رخصت گروہ تابعین ہے
 ہشتی جہ مستورین سے کھٹ جہ
 دوزخ ہوں اس خیر نگین ہے
 تمنائے پرستاری میں و خیر
 کھڑی ہر سمت اس جا تو میں ہے

خدای کو اور ہے ہاتھ باندھے کہیں فوج ملک غمناک کہیں ہے
 کہیں مشتاق دیدار محمد صف دروہ جلد مرسلین ہے
 قدیم احمد مرسل کا مشتاق نہیں یار کوئی جو داں نہیں ہے
 عجب اک شور ہے سب میں کہ آیا حبیب پاک رت ادا میں ہے
 جلی ہے کس تھل سے سواری یہاں جس کا کر سکتا نہیں ہے
 ملنگ طرف راگوں جلو میں لقا ت کوئی تو کوئی قریب ہے
 جلد ہے فاشیہ کپڑے سرخیں بڑا سو جھلڑی میں ہے
 ملک ہر آسمان کا کھولے در کو کھڑا عشق روت بر جبین ہے
 طبق وں نور کا ہر قدم پر متا فرق پاک شاہ دیں ہے
 اس آئین سے طرف تار سداوہ بنے جو حال اس حیرت میں ہے
 رہے پھر بھیچے جو جو ساتھ تھے سب جلد گئے امام امر میں ہے
 گیا یہ مکان پر رت رت سے مکان کا کچھ نہ جس جانی ہے
 محمد اس جگہ بنی کہ جس جی فضا قریب رت عا میں ہے
 رہے داں رہے راز دہیں دہیں وہ اس جا کا بساڑے نہیں ہے
 وہ بار اس جانی میں وہ ہم کو کچھ رد عمل رایتہ کو داں پر کہیں ہے
 جو اس دہشت سب یکا یک سر مغل داں یہ عقوبت درج ہے
 خلد گیا حد اسے میرے محبوب بڑھوئے کوئی جس نہیں ہے
 قریب آؤ قریب آؤ کہ تمیسا بہت مشتاق رہا عالم میں ہے
 تو یہ نور ہے، آجھ سے مل جا تا مل کیا تجھے مر حسین ہے
 گی آغوش رحمت میں ادا آخر جو میرا لٹس کا نور میں ہے
 مدراج طے ہوئے عین الیقین کے حصول رت حق الیقین ہے

ہو، غم بجز رحمت میں نہ نظر ہو، حمد اُچھڑا ایسا ہوا وصل
 کہ جو اس عکس آئینے میں جا کر رہا ہے دونوں کو واں نظر میں جانا نہیں ہے
 عجب رحمت سے غم مانے لگا تب خدا جو عاقبتی جان فرماتا ہے
 کہ باب تو مانگ لے پائے نبی اب جو کہ مطبوع طبع باز رہا ہے
 جو آدھیا ہے گامچل سے وہ ملے گا تری خواہش اور ہمت سے قریب ہے
 ملے موقع تو حضرت سے کیا عرض کہ خواہش پس یہ رب العالمین ہے
 ہمارا ساری اُمت ہوئے معصوم صواب اس کے تو حسرت کچھ نہیں ہے
 گر یہ وہ گناہوں میں گرفتار الہی تو تو خیر راہ میں ہے
 انہیں رو نہ کرنا روزِ محشر جو اُمت میں گمراہ مد نہیں ہے
 مرا ہر آن اُمت کے لئے دل سر اسیمبے معطر ہے حریر سے
 یہ کہ رو کر گئے مجھ سے میں حضرت بنا یا رحمت اللعالمین سے
 کہا تب حق سے تجھ کو لے محمد تم سے باہت کیا ایسا د عالم سے
 ترے باہت ہی نے نور الہی اس میں خلقت جرم ذر میں ہے
 یہ عرش و کرسی و لوح و قلم سب تری خاطر جالے شاہ دیدہ ہے
 کہ اُمت تری حامی ہے ہم کہ لقب تیرا شمع مدد سے ہے
 غنائت ایسی جب میری تم سے توجہ کس واسطے بدو گئیں ہے
 تری اُمت یہ سوئی ایسی بخشش جو دم و دم سے سر زانیں ہے
 عدسے چاہی سوئی حسبِ بخشش رہا جو تیرا رب العالمین ہے
 سرزدہ کو شش و دریا کی جانب پہرقت خوش بینی پاک دیں سے (کہا)
 تو ہی سے حمد و ذمہ لب لباب زبانی نہ کہ حق میں یقین ہے
 نہ کہ خود دہہ شہ پہنچ چکی

سماں دیدار کا آنکھوں میں چھایا
 جسکے انور رحمت سے جیسے ہے
 رکھی کے سر پر دستار شفا و صحت
 جیسی عارضہ یہ سلفِ عبرت ہے
 سرورِ امت کی محنت منی کا دل میں
 لبوں پر حمد رب العالمین ہے
 نبی اللہ نے وہ ہم کو بھیجا
 جی تو خیر المرسلین اللہ ربہ
 حد قرآن میں فرماتا ہے اس کو
 کہ تو ہی رحمت اللعالمین ہے
 یہ عالم جسکے جو رحمت کا اس کی
 سب سے حق کر دے سب اس خوشی میں
 تو پھر امت کو کیا علم ہم لشیں ہے
 نہ بھو جو حکم کو اس کے کبھی تم
 طبع اس کے سنو پھر تبت کو
 کہ وہ غم خوارا ہے، معین ہے
 پس اختر وقت عرض حال ہے اب
 جو اک دم ہی تمہیں بھولا نہیں ہے
 یہ سے وقتِ نردب رحمت حق
 خدا کی ہم بخشش با یقین ہے
 وہ مطلق غلت ہیں اب بڑھ کر ہیں
 کہ مانتے معداد و طرقت تریا ہے
 یہ ہنگام سرور تہہ دیں ہے
 شنائے حق منقسم المرسلین ہے

غزل

محمد رحمتِ اللعالمین ہے
 محمد ہی شمعِ لہدہ جیسے ہے
 رحیم و وسیع و نوح و موسیٰ
 کوئی رتبہ میں بس ایسا نہیں ہے
 ہے دارالاسمائے درخشے کا دیبا
 ہم اس حضرت کا ادنیٰ چور میں ہے
 جو خاتمِ رسالت کا وہ کیونکر
 یہ جہر میں کہے سن نہ یاب لگیں ہے
 دکھائی اس نے ہم کو راہِ ایمانی
 عجب روشن چراغِ کلاخ رہی ہے
 مدد یا مصطفیٰ کیسے پوچھیں
 کوئی علم خواہی کا بسیں ہے
 ہے دل قطرہ حوں نے ملے کیا
 سحر دوائے نبی پاک دیں ہے
 وہ وقت سے کسی ہے اللہ لہ
 کی کوئی خوش و ہمد نہ نہیں ہے

حمایت کا ہوں میں جسے خواہاں کہ دشمن سخت شیعہ بن معین ہے
 مری تائید اس دم کیجئے آپ یہ لڑیں (اقترا از ارادہ سریر ہے
 تمام شد

قطرہ

محفل میلاد حضرت آج ہے صبا کے رں میں تازہ و مرت آج ہے
 پھر دمی تندرہ طرب پھر (پھر دی ادورہ مسرت آج ہے
 ہوئی یہ حسودہ گر لطف خدا پھر وہی حق کی حیات آج ہے
 میں مدد کس سے سرگرم طرب جوش میں حائق کی راحت آج ہے
 جا کی میں جمع قبیلہ قدسیاں یاں بہار مانع حمت آج ہے
 اُنقبا احمد کے رں میں ہر محفل کار ساری ہئے طہرت آج ہے
 دُوسرے جی اس گروہ مسکین در محفل سعادت آج ہے
 ر محفل سو یاں ، سعادت میں کئے دل میں شوقِ خدمت آج ہے
 صاحبِ حق سے رہی پڑھ کر دود (دوستو) وقتِ حیات آج ہے
 حرم میں محفل میلاد پیر سایہ گستر لطفِ حضرت آج ہے

اجتر عامی بھی یاں ، صلا (امید)

داخل ہوا سعادت آج ہے

غزل

یا بنی کینک رہوں محزونوں لقا کے واسطے لے خدمت میں بہرے کو خدا کے واسطے
میر لاکھوں ہو چکے ہیں نعمت دیدار سے (.....
مے سر یا مہمت (تو) مغفرت (میں) دیر کیا) جب انھیں دستِ مبارک وہ دھندلے
چشمِ آندری کا جو ہے بیکار وہ (خدا) ٹکڑا حضرت عیسیٰ کی نعمت روا کے واسطے
حضرت عالی ہے وہ سرِ جنتِ رحمتِ جہاں حضورِ نبی شہِ سحر مدد کے واسطے
سائے حق تم تمہارا سایہ ہے امت کو پس کیوں پھر اس سرِ شہِ سحر طاقِ ہمارے واسطے
دے اچلا ہوں میں جہاں سے حق (خدا) ہی چاہے کیا اور بار بار جس کے واسطے
ہے بہت نازوں گئے میرے طالبِ خدا اور پھر حضرت سامیٰ 'لقب کے واسطے
تیرے حق کو میں سنا ہوں حق سے جو کو یا یہاں میں فقط اس صدف کے واسطے
جیسے تیرے گرفتارِ عقوبتِ بے غلام آپ کی امت میں کہلا کر حق کے واسطے
یا بنی یحییٰ خیرِ مردم مری (تو) ہاںِ حشر بل پاک و جبارِ یارِ باصف کے واسطے

سلام

یا بنی سلام علیک یا رسولِ سلام علیک
یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک
تم ہو سید تم ہو سرور تم شفیع روزِ محشر
تم ہی قسم لے سلیں ہو تم حبیبِ پاکِ راور
یا بنی سلام علیک یا رسول سلام علیک

یا حبیب سلام علیک	صلوٰۃ اللہ علیک
تم جو ہر مرد تم محمدؐ	تم جو ہر احد تم محمدؐ
تم وہ محبوب (والمحب) ہو	وہ کہے ہے رب کسر
یا نبی سلام علیک	یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک	صلوٰۃ اللہ علیک
تم جو قابل سب دعا کے	تم جو (لا الہ الا انت) سب نسل کے
شان و رتبه بارک اللہ	سب (افض سب) برتر
یا نبی سلام علیک	یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک	صلوٰۃ اللہ علیک
تم سے دین حق میں (یا بابا)	تم یہ ایمان میں سے لایا
تم وہ خاص (خاص) رب ہو	بے کسوں کے یار و یاور
یا نبی سلام علیک	یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک	صلوٰۃ اللہ علیک
پاؤ نقرش میں سر سر	بار عیال سے صاف برتر
دستگیری میر (یا اکیس)	چہ یہ عصمت میں صرف حق

کلام غالب کے بنگلہ تراجم

عبد قادر علی صاحبہ اللہ اقبال دونوں مقاموں پر بہت کام چھوڑا ہے۔ اور دنیا کی مختلف زبانوں میں ان کے تراجم بھی ہوئے ہیں غالب کا تعارف بنگال میں ایسویں صدی عیسوی کے اوائل ہی سے ہوا۔ اور تب وہ کلمہ لکھے تو اہل بنگال میں ان کی شخصیت اور کلام سے واقفیت میں اور بھی اضافہ ہوا۔ موافقین اور مخالفین کے دو گروپ ہو گئے ہیں نہیں بنگال میں ان کے شوقینوں کے علاوہ ان کے ناگروہ بھی پائے جاتے ہیں تشکیل پاکستان کے بعد مشرقی پاکستان میں اقبال کے بنگلہ تراجم اکثر و بیشتر سونے درخت کی صورت میں شائع کئے گئے۔ اس طرح اقبال کی مقبولیت عام فہم طبقے میں ہوئی۔ غالب کا کلام نہ صرف اقبال کے مقابلے میں بلکہ ویسے بھی مشکل ہے بظاہر اسی لئے اس کے تراجم چھپ چکے ہیں اور اس کے بعد کم ہوئے۔ لیکن اس سلسلے میں کوئی اختیاری صورت نہیں برقرار تھی۔ یعنی غالب کے کلام کے بنگلہ تراجم جنود اور صدیقی دونوں ادیبوں اور شاعروں نے کئے ان میں کچھ مجموعی کی صورت میں اور کچھ کتابی شکل میں اشاعت پذیر ہوئے۔ ایک اور بات قابل توجہ ہے کہ بنگالی اہل قلم کے معذور و مظلوم تراجم کے ساتھ ساتھ عادی کے حالات بدلے اور کلام پر تنقیدیں بھی لکھی گئی ہیں اور ان کے فلسفیانہ خیالات اور عظمیٰ جذبہ بات سے بحث بھی کئے گئے اس سے اس بات کا مزہ نہ لگایا جاسکتا ہے کہ تعظیم غالب کے سلسلے

میں جنگی، دیبا، اردو اپنی نظمیں کہتے قریب ہیں۔ اس لئے کلام غالب کے ہنگامہ تراجم کے ساتھ ساتھ غالب کے جنگی سترجیم کے خیالات کا اعلیٰ سطح پر پیش کرنا یہ ہو گا۔

مجموعہ سے پہلے میں رشید فاروقی کا تذکرہ کرتا ہوں جنہوں نے جنگی عبارت "ماہ نو" مطبوعہ لاہور، اگست ۱۹۶۷ء میں، "روادب اور پبلشنگ" کے عنوان سے، ایک مقالہ سپرد قلم کیا، اور غالب کی زندگی اور شاعری پر ترمیم کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ غالب ایک ذہین شاعر تھے، ان کی شاعری نے اس میں امر بنا دیا ہے۔ ان کے خیال میں غالب کی شاعری کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

دو براؤنس: ابتدا سے ۲۵ سال کی عمر تک، اس عہد کی شاعری میں جو پامانہ احساسات پیدا ہوئے ہیں۔ دیوان غالب سے اس کی شہادت ملتی ہے۔ غالب کے جذبات میں اس دور کے شاعری میں فارسی، زبان کا اثر زیادہ ہے کیونکہ اس عہد میں فارسی کا اس عہد پر چھٹا کر غالب کی کوئی بھی شاعر اس سے متاثر ہونے بغیر نہیں رہ سکتا تھا فارسی الفاظ و دوسرے کا، تناغلیہ تھا کہ اردو بالکل فارسی میر ہو گئی تھی۔

دوسری دور: میں فارسی کا، تریب سے دوسرے عہد میں کم ہو جاتا ہے۔ اس عہد کی زبان اور طرز بیان، اسٹان اور سنسکرت ہو گیا تھا اور حال اور زیر کا پانچواں قسم تھا۔ تیسری دور: میں غالب کی زبان اور اسلوب بیان اتنا بہتر ہو گیا تھا کہ غالب کو، اب دوسرے کا اثر طرہ بھائی نہ تھا۔

غالب کے کلام کی خصوصیات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس عہد میں بہت سے فارسی اور عربی کے مشکل الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یہ طرزِ نفس ان کی صداقت سے بالاتر نہ تھا، حالانکہ جس طرح سمجھتے تھے، اسی طرح معکروں اور در میں شعر بھی کہتے تھے۔ لیکن ان کے اندر شاعری جو ہے کے ہی کے قیمتی ہوتے تھے۔ ان کی شاعری میں اس قدر ہے، جو دے کسی عام مدد میں یا محض ہونے پر زندگی کا انہوں نے کی کوشش نہ کی۔

جہاں تک انسانیت اور اس کی فطرت کا تعلق ہے، مودہ سان کو دینا ہے پس اگر ستم
نہی رہیہ طرز فکر کے بنیاد پر تمام ان چیزوں کے جوتے ہیں انہیں سمجھتے ہوئے وقت
و مکان کا خیال رکھا جائے کہ اصل مفہوم سے کس قدر قرب ہیں۔ سان بہت سیدھی
سادہ استعمال کی گئی ہے۔ اور انداز بیان میں سادگی ہے جسے ہندی سمجھنے والے
بلا تکلف آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

(۱) یہی اور بھی دنیا میں مکتور بہت اسے تھے

کچھ میں کہتا ہوں ہے عازمِ سحر

7.1.1.1	7.1.1.2	7.1.1.3	7.1.1.4	7.1.1.5
1.1.1.1	1.1.1.2	1.1.1.3	1.1.1.4	1.1.1.5
1.1.1.6	1.1.1.7	1.1.1.8	1.1.1.9	1.1.1.10
1.1.1.11	1.1.1.12	1.1.1.13	1.1.1.14	1.1.1.15
1.1.1.16	1.1.1.17	1.1.1.18	1.1.1.19	1.1.1.20
1.1.1.21	1.1.1.22	1.1.1.23	1.1.1.24	1.1.1.25
1.1.1.26	1.1.1.27	1.1.1.28	1.1.1.29	1.1.1.30
1.1.1.31	1.1.1.32	1.1.1.33	1.1.1.34	1.1.1.35
1.1.1.36	1.1.1.37	1.1.1.38	1.1.1.39	1.1.1.40
1.1.1.41	1.1.1.42	1.1.1.43	1.1.1.44	1.1.1.45
1.1.1.46	1.1.1.47	1.1.1.48	1.1.1.49	1.1.1.50
1.1.1.51	1.1.1.52	1.1.1.53	1.1.1.54	1.1.1.55
1.1.1.56	1.1.1.57	1.1.1.58	1.1.1.59	1.1.1.60
1.1.1.61	1.1.1.62	1.1.1.63	1.1.1.64	1.1.1.65
1.1.1.66	1.1.1.67	1.1.1.68	1.1.1.69	1.1.1.70
1.1.1.71	1.1.1.72	1.1.1.73	1.1.1.74	1.1.1.75
1.1.1.76	1.1.1.77	1.1.1.78	1.1.1.79	1.1.1.80
1.1.1.81	1.1.1.82	1.1.1.83	1.1.1.84	1.1.1.85
1.1.1.86	1.1.1.87	1.1.1.88	1.1.1.89	1.1.1.90
1.1.1.91	1.1.1.92	1.1.1.93	1.1.1.94	1.1.1.95
1.1.1.96	1.1.1.97	1.1.1.98	1.1.1.99	1.1.1.100

(۲) ریح کے جوڑے ملا، اس میں تومش جاتے ریح

مشکلوں اور پڑوس مجھ پر کہ آساں سوئیں

[illegible]

۴۱۔ یوں گڑبڑ نہ ہو تصور سے بھرنا

پیشہ و تعلیم کے شعبہ

[illegible]

۴) ہمیشہ داور دہ سیر۔

جہاں الہی پر مہم جھڑا کہتے

[illegible]

(۵) میں بھی منہ میں زہن رکھتا ہوں
کاستی پوچھو کہ صدقہ کی ہے

۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	-----

(۶) عشق سے طبیعت ہے بہت کامرہ پایا
رو رو کی روا پائی، رو رو بے روا پایا

۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	-----

(۷) آتا ہے داغِ حسرت دل کا شمار یہ
مجھ سے مرے گھر کا حساب خدا مانگ

۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	-----

مجھے شعر کے سلسلے مصرع میں مترجم ہے طبیعت کا ترجمہ درست نہیں کیا
میں کا اعتبار یہی تھا کہ ان شیعہ کیسے جس سے صحیح معلوم نہ نہیں ہوتا
مصرع یا بحر میں شعر کے سلسلے مصرع میں زبان کا ترجمہ ہو سکا، مذکورہ ہوا کہے سے
رہ ان کا معلوم پور نہیں ہوتا

دوسری شخصیت ابو سعید ایوب کی ہے جس کے غزلیات غالب کا اثقب
تعارفی اور محمدی تقدس کے ساتھ کتب بی صورت میں ڈسے پیدائش لکھتے ہوئے
۱۹۷۶ء میں شائع کی۔ جناب ابو سعید کی مادری زبان اردو ہے لیکن شکار زبان میں
ابھوتے ہوئے تھی سنگا حاصل کر لی کہ سر میں ہوں میں لکھتے اور لکھتے ہوئے

جنگو پر یہ تنازعہ کی حقیقت سمجھنے پر غالب کی طرف ان کی توجہ یقیناً ایک دن تکبے
 کیونکہ عام جماعتی طور پر یہ نہیں رہے کہ ادیب ان کے نزدیک ہر خصوصیت سے متوجہ
 ہوئے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے منتخب اشعار کا ترجمہ ہے۔ موصوعیات کے لحاظ سے
 انتخاب کر کے کا ارادہ ہے، لیکن غزل میں یہ کام مشکل ہے کیونکہ ساز کے موضوعات
 و مصلحتات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اشعار کو ایک ہی ٹری میں پرانا، نیا، اور
 قدیم، نیا، ایک سے مستحق حلقہ حقیقت میں، اس سے عین غزل میں کہہ کر کم لفظ کے
 دسبے سے تساویر ہے حیات و احساسات کو بیان کرتے ہیں اور تاہم کسی مانتوی جو بڑا
 کاویا ہے پڑتا ہے۔ نوید لفظی ترجمے سے احتراز کیجئے تاکہ اصل مطلب واضح
 ہو سکے۔ مترجم، اگر قادر الکلام ہوتا تو شعر کا ترجمہ ہر طور پر کر سکتا ہے۔ ہاں میں
 شک نہیں کہ سب سے ترجمہ و اصل معلوم سے فریب ہے۔ یہ ہے جو دشواری ہوتی ہے۔
 ہر مضمون سے مترجم میں انہوں نے کوشش کی ہے۔ ساز کو یہ شعر کی
 رہنمائی اور تائید کی روح سے روشناس کیا دئے تاکہ غالب کے فکر و فن اور شعرا
 ہریت کا اندازہ لگ سکے۔ جو سب سے اچھے اس امر کی وضاحت کر دے کہ بعض جگہ
 عبارت کی مخصوص ترکیبوں اور دلکش استعاروں کے متبادلات بنانا لفظ و معنی کے
 باعث نہیں آتا۔ ترجمہ کرنا بڑا مشکل ہے تاکہ ان کے شعور و احساسات و جذبات اور
 نازک حیات کو قارئین کے دہن تک صحیح طور پر منتقل کیا جاسکے۔ غالب، اردو کے
 مشکل ترین شاعروں میں سے ہیں۔ ایسے اشعار کہے ہیں جو سمجھ میں نہیں آتے لیکن بہت
 سارے ان شعر کو کہے ہیں، بعض ایسے اشعار کہے ہیں جن کا معنی سمجھنے میں عامیوں پر
 زور دیا پڑتا ہے۔ لیکن غالب کے یہ سکوء لہذا اور دلکش ہے۔ یہ سارے ما
 ہر نے بغیر نہیں رہا۔ سب سے مانتوی حیات و احساسات کی تصویر کشی کے روگرد گھومتی ہے
 یعنی اپنے شخصی رنگ و دم کا اظہار۔ یہی نثر میں کرتے ہیں جسے قابل اعتناء سمجھیں

۳۱۔ جوتی کیا کیفیت پر میرے اگر سو پارہ ہو جائے
بھتا ہوں کہ ڈھونڈنے سے، جگے سے ہنر دس کر

۳۲۔ ہم کہاں کے را " کس ستر میں بخت سے
بے سبب چراغ آتے دشمن " سہاں اپنا

۵۔ بے دار عشق سے نہیں ڈرتا سنگر اسد

حسنوں پر مارتی محبت وہ دل نہیں رہا

۶۱۔ تیرے قریب اور تیرے دور میں
وہ شب و روز و وہ صبح و شام کہاں

عانت کے یہاں جوئے حوروں کی ترکیب کا ترجمہ آنکلی میں دھاراکا یہ ہے جو
 درست نہیں تھی، شک جہنم پر رہا جاسکتا تھا "آنکھی جوتے رہا پتیریں رہا
 (۴) پیدا اس کہ ہے دولت اس کا گزیر اس کی ہیں
 تیری رفیق جہنم کے بازو پر پریشان ہو گئیں

۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰
۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰
۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰

پہلے سفر میں سر حمے عاقبت کے معرکہ کو دوبارہ کر دیا ہے یعنی دوسرے
 ٹکڑے میں دلہ کا ترجمہ خوب کیا ہے اور طاہرے کیند کے عجب جواب ہی کی توتے ہے
 دوسرے معرے میں آدھو مون یعنی اسے دلہا قہنے کی ضرورت کی وجہ سے حاصل
 لایا گیا ہے

(۴) جلوہ گئے کیا تھا رواں چسراں آب جو
 پاں رواں تر گلاب جہنم تر سے خون ناب تھا

۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰
۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰
۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰

(مستورہ راجہ)

(۵) پڑ جہمت وجہ سید مستی ارباب چس
 سائے ناک میں ہوتی ہے ہوا موج شراب

۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰
۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰
۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰

(۶) ہے پیر ماسوہ موسم کہ مجب کیا ہے اگر
سوجہ ہستی کو کہے نہیں ہوا سوجہ شرب

۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	-----

(۷) خزاں کیا ہنسی گل کہے ہیں کس کب کوئی موسم ہو
وہی ہم ہیں، نقص ہے، اور مانتا مال دہر کا ہے

۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	-----

(۸) نقش فریاد ہے کس کی تو غی 'تخسیر' کا
کافقہ ہے ہر س 'ہر سیکر' تصویر کا

۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	-----

غالب کے فکر و فن کا تجزیہ

پوچھتے ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ —
— فی سبب ان کے مستند ہیں —

عالم کو درک ہوتے ہیں۔ اور وہی وہ ہے جس نے ہمارے ہاتھ میں
پہلے عالم کی سمجھت دی تھی۔ جس نے ہمارے ہاتھ میں ہمارے
کے درد و غم کو بخش کر کے ان کو کشش سے اپنی شخصیت کی تعمیر میں اضافہ فرما
دیا ہے۔ ہم نے ان کو دنیا میں رہنے کی تعلیم دی ہے۔ ہم نے ان کو
اور ان کی ہی ہے۔ ہم نے ان کو جس طرح ان کا۔ ہمارے ہاتھ میں ہمارے ہاتھ کے
ارتقاء کی سہارا بننے کا ہمارے ہاتھ میں۔ اور ان کو ان کے ہاتھ میں ہمارے
تجاربہ دار رہی۔ ان کی ہاتھ میں ہاتھ میں ہاتھ میں ہاتھ میں ہاتھ میں
ہاتھ میں ہاتھ میں ہاتھ میں ہاتھ میں ہاتھ میں ہاتھ میں ہاتھ میں
دریہ دار کی گواہی کرنا چاہیے۔ ہمیں یہی ہمارے ہاتھ میں ہاتھ میں
کی حوصلہ دہی ہے۔ ہاتھ میں ہاتھ میں ہاتھ میں ہاتھ میں ہاتھ میں
مردانہ ہی ہے۔ ہاتھ میں ہاتھ میں ہاتھ میں ہاتھ میں ہاتھ میں
مکتبہ دار کی گواہی کی گواہی کی گواہی کی گواہی کی گواہی کی گواہی کی

تعمدہ کے نام سے یہ سید کے گھر پر ہے۔ یہ سید کے گھر پر ہے۔

مکتبہ محمدیہ دارالعلوم دیوبند، دیوبند

"یہ ماحول اقلیت کے لئے ہے۔ لیکن اگرچہ یہ ان کی تعداد میں اضافہ کرے گا، مگر

میں نے کلام میں روز ۲۰ سبھی تہ اسی کی ترکیبیں منتخب ہیں، طبعاً تمہرے حوزہ دینی

ما قبلہ درجہ میں سے چھتر مرشدانہ درجہ سے مراد ہے۔

ہاں، اس وقت تو قزاقی پسندوں کی "۔۔۔" یہ حسد و تکبر۔۔۔ کہے جانے لگے۔

تعارف کیا ہے۔ یہ دوسرا کایہ سلسلہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ میں

۱. تشکیل پسران خود

پاسے سے طرز پیدا کر چکا تھا اس پر تھکا ہوا تھا۔

یہاں - تحفہ - ۳ - ہوا - شہتہ - قیمت - ۳ - ہزار - روپے -

کے وہی درجہ تہذیب اور متمدنیت کے لیے جو ان کے لیے ضروری ہے۔

۱۰۰ - اے نبی! میں نے تم کو بھیجا ہے کہ تم عرب میں جاؤ، تاکہ تم کو

۱۔ یہ مسئلہ کہ جسے مراد خدا ہے یا اللہ تعالیٰ ہے۔

[illegible]

عبد السلامی نے تعریف کی کہ اس وقت کے عیادہ میں بھی ملک سے بھرے ہوئے تھے۔

بہارِ علم و ادب کے نام سے مشہور ہے۔

پرس، د پرمه ټولنيزو ټولنو په ټولنو کې د

مستقل و در دست خود می باشد و به هر دو

ہمارے تمام افسانویاتی اور تاریخی مضامین کے لیے

۷۔ لکھنؤ کے نائب گورنر جنرل نے اس کے متعلق ایک نوٹ لکھا ہے کہ یہ نوٹ مقدمہ لکھنؤ میں

۱۔ محمد امجدی صاحب نے "جنگل" کے نام سے ایک معرزی مکتبہ سرائے کی بنیاد

”کیفیت میں بھرپور تھے۔ خصوصاً کتاب میں یک جہت لکھے ہیں۔“

”شاعری معنی آفرین تھی، تاہم سبلی نہیں“

اس معنی آفرینی، کی کیفیت قریب کو ایک منزل ذیل کے شعر میں بہت واضح طور

پر منقوب ہے عتبہ مرید سے۔

دو یا شہد حسرت یک نظر سے ۔ ہوس کو پا میں ناموسوں کا کیا

ناموسے عشق و ہوس اور پائنداری و پائنداری کا قاف ہم مطلع کس

ملاحظت و لطافت کے ساتھ نہیں کیلئے ”ہوس“ کو ”دو یا شہد“ میں سے تعبیر

کرنا جو ایک لمحے میں کون کا طرح نظر کرکے سمجھ جاتی ہے، لیکن دیر پا نہ رہیں موقد ناموس

دن داری کے فساد سے میں ثابت عشق کے مطابق ہے۔ عشق کی پائنداری تو روز میں

و دسے جہاں رہے اسی مضمون پر غالب کا دوسرا شعر پیش کیا جاتا ہے جس میں شاعر

سے دغا داری کو صحیح معنوں میں ایمان و یقین قرار دیا ہے اور اس شرط کے ساتھ ساتھ مسلم و

غیر مسلم کا امتیاز تک باقی رکھا، کہتے ہیں۔

دن داری بشرط استواری اصل ایمان سے

مرسدہ تھلے میں تو کیلئے میں گاؤں برہمن کو

”کتاب کے فن کی، عراویت اور فکر کی عظمت سے، نگار اردو شاعری کی عظمت

اور عراویت سے، نگار کے مترادف ہے۔ ان کی زبان کی دلکش طرزِ ادا کی بھرپور آفریں خیال

کی پیرچش، نازسی ترکیب اور دیوئی ورسے کا رمل، متعلیل ملاحظہ ہو۔

دیکھو تو دھڑکی اور نقش پا ۔ میر جی حسرتو یا بھی کیا لکھ کر لگی

عالمیت کے قند و لب و لب میں جہاں انقلاب پیدا کیا وہ ایسا مثال آپ ہے

اس سے پہلے اردو شاعری کا اداس احساسات و جذبات سے معمور تھا لیکن اس میں

فکر و نظر کی وہ بلندی نہ تھی جو، میر جی سے عاقبت ہی حاصل کی۔ میر نے اردو شاعری کو سپرد لگی و

ز رنگی محنتی اور عالتبے بخود ہی وجود داری، میر نے اسے ملائی وسدست سے آزمایا
 اور عالتبہ وقت یسوی وحدت پسندی سے، میر دل کی ویسا میں جو تھے۔ ناکافی انسان کی
 آپ تھے سے عبارت ہے لیکن فاسدے دل کی دوسرے شکل کر وسعت آفاق کا مطالعہ
 کیا اور اس کا ثبات رنگ و بو کی داستان کو لکھو نظر کے قالب میں پیش کیا، عالتبہ صرف
 ایک شاعر نہیں آپ شاعر کے ترجمان بھی ہیں۔ یہ وہاں کی رنگ آلودی کی ماکامی کے نتیجے
 کے طور پر رنگ کے کلام میں دلی کے معنی سے کی۔ "وال آمادہ جھک اور سہا جی اخطا کا
 احساس بہت نمایاں ہے یہ شعراء ملاحظہ ہوں جو خود بہا حال سے آپے ماحول کی
 متری ویدی کی زمانی نہایت میاں ہے

نوسنگی بالزلزلہ زوہر رخ مخلص

جو ترقی سر سے لفظ سویرت کا مطالعہ

رخ صبا بق صمیمت شب کی صفتی مونی

اک شخص رہ گئے سے سوزہ بھی تھوڑا سے

اُردو شاعرانہ سرعہ میں، محبوب و موصوفہ عشق سے، عالتبہ سے روٹی

عشق و محبت کے معیار سے بعد جو کر طرح میں اعتمادی شاہ بہیدی اس میں تصور

پرستی کے جسے حقیقت پسندی کو رواج دیا، عاشق کو چہی گی کی جگہ خود رو

سہی لے جگہ و صفائی کے حامل رہا۔ یہ دلیہ زوہر سے کی تو سوز و دل سے سی

یاں کا خود سہیہ گئے وہ عشق ہی کرتے ہیں، در عزت نفس کا دامن بھی ہاتھ سے

سہیہ دھن دیتے۔ اندلے سرویکہ عشق میں قریہ کر کا قلب سوز سے کیا کہ حب

یہ ہیں جنہاں حب سے فاسدہ لاندہ۔ و مرہ میں رہ

کسی کو دے کئے نون۔ یہ حال جو ماہو پر ہوش لای پہلو میں تو ہرگز میں رہا کہ ہو

ان کے فکدہ حسن میں سوز و درد، آتش سیال کی طرح موج زنی ہے۔ ان کے خیال کی رفتاری غبار کے تھکے تھکے عطیرے، حرکت مریخی کی طرح ان کی شاعری حسالیاتی پہلو کی زمین منت نہیں۔ وہ محبوب کے حسنِ جمال سے لطف اندوز ہوتے ہیں، سیکس جہاں کہ شاعری کا تعلق ہے، اس میں جلال کی کار فرمائی نظر آتی ہے۔ شیوہ عاشقی سے وہ بخوبی واقف ہیں اور عشق میں اٹھڑی سے بھی مبرا نہیں۔ لیکن اپنی جدت پسند طبیعت اور طرزِ بیان کی انفرادیت سے کام لے کر عشق میں شکوہ پیدا کئے بغائے تقاضائے جفا کئے، "نار و فریاد" کو حسنِ طلب سے بغیر کرتے ہیں۔

نار جز حسنِ طلبائے ستم رجا رہیں

ہے تقاضائے جفا شکوہ پیدا نہیں

غالب اپنے فارسی کلام کو "نقشِ باغ رنگ رنگ" کا ایک حسنِ دھڑلہ جڑ کھدسنے سمجھتے ہیں اور اسی پر انہیں مخزنِ نار بھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے فارسی کلام کی مقدار جہاں اردو کلام کی بد نسبت پانچ چھ گنی، پارہ ہے وہاں لطیف اصوات اور جملہ تخیلات کے باعث اردو کے مقابلے میں فارسی کلام کہیں نہ زیادہ ممتاز اور اعلیٰ معیار و افکار کا حامل ہے۔ اس کے برعکس غالب اپنی اردو شاعری کو بے رنگ و درخشاں جانتے ہیں، لیکن اسے زمانے کی ستم خیزی کیلئے یا ان کے کلام کی طرزِ کاری کا قالب کو جو ثہرت ان کے اردو کلام کی بنا پر تعیب ہوئی وہ فارسی کلام کی بدولت میسر نہ ہو سکی۔ اس کا سبب بہت واضح ہے کہ مملکتِ مغلیہ کے زوال کی وجہ سے فارسی زبان کی پہلی سی قدر و منزلت ہائی نہ تھی اس لئے غالب کی فارسی شاعری کی حیثیت و عظمت کا پیرا ان کی سرپرستی کو نہ کرنا جبکہ فارسی دہلی کی زبانِ حق و قوم کی۔ غالب کی عدم شہرت کا ایک سبب آپ اسے بھی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ان کی شاعری کی مقبولیت کا اندازہ لگانے کے لئے ثبوت کے طور پر اس امر کا ذکر واجب نہ ہو گا کہ خود غالب کی زندگی میں ان کے فارسی

کلام کی اشاعت صرف دو بار اور دو کلام کی اشاعت پانچ بار ہوئی۔

غالب نے فکر و خیال اور زائدِ نظر کے کیسے کیسے جبار و جگمگائے ہیں۔ اس کا اندازہ آپ اسی وقت دگا سکتے ہیں جب ان کے گلتی شعور و سخن کی سیر کریں۔ اور دل و نگاہ کو ان کی فکر و نظر دیر۔ ”باہر پاری“ کو ”آئینہ“ کہنا اور جن کے سر سبز و شاہاب پوروں کو ”زنگار“ سے تعبیر کرنا غالب کے تخلیقی ذہن کا کمال نہیں تو اور کیا ہے۔ ”کائنات اور کائنات“ دونوں ایک دوسرے کے اعتبار سے لے کر زمینی جزو کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ جلوہ افروزی کا مشاہدہ و مظاہرہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کائنات اور کائنات دونوں یکساں نہ ہوں۔ ایک کو امتیازی حیثیت بخشنے کے لئے دوسرے کی موجودگی ضروری ہے جس طرح دن کے بغیر رات کا تصور ناممکن ہے۔ مادی اور غیر مادی اشیا کے تصور سے غالب نے جس حقیقت کا انکشاف کیا ہے وہ حدِ برسرِ انسانی نقطہ نظر کے عین مطابق ہے اور ملتے ہیں۔

ان آئینے کائنات جلوہ پیدا کر نہیں سکتی

جن زنگار ہے آئینہ باہر پاری کا

غالب کے خیال کی رنگارنگی صرف ان کی شاعرانہ فن کاری تک محدود نہیں بلکہ وہ فکر کی راہ سے فائدہ و تصور کی دنیا میں داخل ہو گئے ہیں اور یہاں بھی اپنی جذباتِ طبع کے جوہر دکھاتے ہیں۔ عقیدہ وحدت وجود کے متعلق فلسفہ و شعر کے امتزاج سے ان کے شعر میں ایک لطیف اہام پیدا کیا ہے مگر اس کے روشن و روشن طعنا کی دہد انیت کا اعتراف بھی اس میں موجود ہے۔ کہتے ہیں۔

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا

زہو یا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

حالی نے غالب کو حیوانِ حریف ”کہا ہے۔ ان کا یہ خیال کس قدر حقیقت سدا ہے کہ غالب کی نظم ہو یا شعر ہر جگہ ان کی عظمت کے متنازعہ نگاروں نے نظر آتے ہیں۔

اور ان کے غنیمت مزاج کی چاشنی لطف دے جاتی ہے۔ غالب کے کلام میں اس کی مثالیں
بآسانی مل جاتی ہیں۔ واعظ پر طنز کا یہ پہلو ملاحظہ ہو۔

کہاں میخاد کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ
پر اتنا جلتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نیلے

ایک اور شعر ملاحظہ ہو۔ غالب نے مے نوشی و بارہ خوار سے اپنے دامن کو
کچھ اس طرح آلودہ کر لیا کہ مسائل تصوف کے بیان کے باوجود زہد و تقویٰ کی ولایت کے
دائرے میں داخل رہو سکے۔ خود فرماتے ہیں:۔

یہ مسائل تصوف، یہ ترا بیان غالب
بچے ہم دل سمجھتے جو زہادہ خوار ہو سنا

یہ تھا غالب کے فکر و فن کا مختصر سا جائزہ جو پیش کیا گیا۔ غالب کی ولایت چاروں
اور ان کی مقبولیت لازماً ان کا کلام ان کی شخصیت کا ترجمان ہے اور ان کی شخصیت
ان کے فکر و فن کی عکاسی!

 μ/C

عبدکیم (کیم مسیری)

پیشہ و تحقیق:

۱۲. چور کی سزا

جہاں سے میری خوشی

سیرام، ضلع رینتھال، بہار (ہندوستان)

المعيار

۱۔ اسے (آئینہ) ایکم۔ اسے (اندوم)

2

ایکھ: اے (فارسی) ڈھا کا یو نیو مش

دی. ٹی. (پہراں پر تھوڑا سا)

زولپان: تقدیم واریسی، اورستا، پستلوی (تہران)

بر: غیر شہداء السنہ (راجستھا می یو تو بیٹی)

میں نے (۱۹۷۹-۱۹۷۶):

(1940-1942)

المستأجر:

(۱) صدر پاکستان (العام خصوصی) ۱۹۵۹ء

۲۲۔ پاکستان کا راولپنڈی (موجودہ) خطہ

والله اعلم

ایران، پاکستان اور ہندوستان کے علمی و ادبی

سیچین کاروانی میں شرکت۔

تعمیر و مرمت

۱۰. سیدالاحسان (۷) دولت و دین است

(۳) مسئلہ الہ میں خاتمہ شناسی

• **تجزیہ و تحلیل**

۱۰۰ کے بیڑائی شعور، (۲) ارمغانِ ہمت

۴۰۔ بزرگوار میں سلامی تحفوں (۱۲) سطرانوں کا

۹. در این کتاب، از کلمات و عبارات فارسی و ترکی و عربی و...

(۱) شعر و محاورہ۔



ادبیات شکر (۳) ادب و احتساب

[illegible]

فیوہ ۱۱/۱۱ یونیورسٹی ٹیپس از قادیان (پنجگزارش)